ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۶ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ

۲۱ اکتوبر ۱۹۶۶ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۔ لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ممانعت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَنْھَاکُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِاٰبَآئِکُمْ فَمَنْ کَانَ حَالِفًا فَلْیَحْلِفْ بِاللّٰہِ اَوْ لِیَصْمُتْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ رب العزت تم کو اس بات سے منع فرماتے ہیں کہ تم اپنے باپوں کی قسمیں کھاؤ۔ اور اگر قسم کھانا ضروری ہی ہو تم اللہ تعالیٰ کی قسم کھاؤ ورنہ خاموش رہو (بخاری ومسلم)

وَعَنْ بُرَیْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَۃِ فَلَیْسَ مِنَّا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ

حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جس شخص نے (اللہ تعالیٰ کے علاوہ صرف) امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے نہیں ہے، حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد کے اسناد صحیح کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْءٌ مِّنَ الْاِسْلَامِ فَاِنْ کَانَ کَاذِبًا فَھُوَ کَمَا قَالَ وَاِنْ کَانَ صَادِقًا فَلَنْ یَّرْجِعَ اِلَی الْاِسْلَامِ سَالِمًا رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ

حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ حلف اُٹھائے کہ (اگر میں ایسا کام کروں تو) میں اسلام سے بیزار ہوں۔ سو اگر وہ اپنے قول میں جھوٹا ہے۔ تو وہ ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ اس نے کہا۔ اور اگر سچا ہے۔ تو اسلام میں صحیح وسالم واپس نہ آئے گا (ابو داؤد نے اس حدیث کو روایت کیا ہے)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّہٗ سَمِعَ رَجُلًا یَقُوْلُ لَا وَالْکَعْبَۃِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَا تَحْلِفْ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ کَفَرَ اَوْ اَشْرَکَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَفَسَّرَ بَعْضُ الْعُلَمَآءِ قَوْلَہٗ کَفَرَ اَوْ اَشْرَکَ عَلَی التَّغْلِیْظِ کَمَا رُوِیَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الرِّیَآءُ شِرْکٌ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے ایک آدمی سے سنا کہ وہ کہہ رہا ہے نہیں کعبہ کی قسم! حضرت ابن عمرؓ نے اس سے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کی قسم نہ کھا اس لئے کہ میں نے خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے۔ آپ فرما رہے تھے۔ کہ جس شخص نے اللہ تعالےٰ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھائی۔ تو اس نے کفر کیا۔ یا آپ نے فرمایا۔ کہ اس نے شرک کیا (ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا۔ اور کہا کہ حدیث حسن ہے) امام نووی فرماتے ہیں۔ کہ حدیث میں کفر اور شرک کرنے کو جو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد علماء نے معنی تنبیہ اور زجر کے لئے ہیں۔ جیسا کہ روایت کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ ریاء شرک ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اِیَاسِ بْنِ ثَعْلَبَۃَ الْحَارِثِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِیءٍ مُّسْلِمٍ بِیَمِیْنِہٖ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰہُ لَہُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ وَاِنْ کَانَ شَیْئًا یَسِیْرًا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَاِنْ کَانَ قَضِیْبًا مِنْ اَرَاکٍ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ الحارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جو شخص اپنی قسم کے ذریعہ سے کسی مسلمان کا حق مارے۔ تو اللہ رب العزت نے اس کے لئے دوزخ کو واجب کر دیا۔ اور جنت اس پر حرام کر دی۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ اگرچہ کوئی معمولی سی چیز ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اگرچہ وہ پیلو کے درخت کی ایک لکڑی ہی کیوں نہ ہو (مسلم نے اس روایت کو ذکر کیا ہے)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْکَبَآئِرُ الْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْیَمِیْنُ الْغَمُوْسُ" رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔ کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بڑے بڑے گناہ یہ ہیں (۱) اللہ رب العزت کے ساتھ کسی کو شریک بنانا (۲) ماں باپ کی نافرمانی کرنا (۳) کسی نفس کو قتل کرنا۔ اور جھوٹی قسم کھانا (امام بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْحَلْفُ مَنْفَقَۃٌ لِّلسِّلْعَۃِ مَمْحَقَۃٌ لِّلْکَسْبِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرما رہے تھے۔ (فروخت کرنے کے وقت بہت قسم کھانے) سے سامان (کی فروختگی) کو فروغ ہوتا ہے۔ لیکن یہ چیز برکت اور کمائی کو مٹا دیتی ہے۔ (بخاری ومسلم)

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِیَّاکُمْ وَکَثْرَۃَ الْحَلْفِ فِی الْبَیْعِ فَاِنَّہٗ یُنَفِّقُ ثُمَّ یَمْحَقُ" (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ کہ آپ فرما رہے تھے۔ کہ فروخت کرنے کے وقت زیادہ قسمیں کھانے سے پرہیز کرو۔ کہ اس لئے کہ اولاً اس سے تجارت کو فروغ ہوتا ہے اور پھر تباہی ہی تباہی ہے۔ (مسلم)

نظامِ مصطفوی کا میں ایک عنصر ہوں
ہراس کس لئے ہو پھر کسی خلل سے مجھے
حدیث نے مجھے پہنچا دیا ہے قرآں تک
کہ ذوق علم میسر ہوا عمل سے مجھے

مولانا ظفر علی خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۲۵۴۵

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۲ | ۲۷ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ، ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۶ء | شمارہ ۲۳

قابلِ ستائش آغازِ کار

گورنر مغربی پاکستان جنرل محمد موسیٰ نے مزید چار وزراء کا انتخاب کرکے اپنی کابینہ مکمل کر لی ہے۔ اور اس طرح اب کوئی وزارتی خلاء باقی نہیں رہا۔ نئی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد جنرل محمد موسیٰ نے سب سے زیادہ توجہ عوام کی فلاح و بہبود اور امنِ عامہ بحال کرنے پر مرکوز کی ہے۔ اور بڑے قابلِ ستائش انداز میں اس کا آغاز کیا ہے۔ انہوں نے غنڈہ گردی کو ختم کرنے اور قاتلوں، رہزنوں اور قمار بازوں کا قلع قمع کرنے کے لئے حکام کو سارے وسائل استعمال کرنے کی پرُ زور تلقین کی ہے اور حکم دیا ہے کہ سارے صوبے میں آتشیں اسلحہ کے ایسے تمام لائسنس منسوخ کر دیئے جائیں جن کے اجراء کی کوئی معقول وجہ موجود نہیں تھی۔ مزید برآں انہوں نے افسروں کو عوام کا خادم بننے، سادہ زندگی بسر کرنے اور خوشامدی لوگوں سے خبردار رہنے کے قابلِ قدر مشورے بھی دیئے ہیں اور صوبے سے اشیاء خوردنی کی گرانی کو ختم کرنے کے لئے عملی اقدام کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ گورنر محمد موسیٰ کی ان ہدایات کا اب تک کافی خاطر خواہ اثر ہوا ہے ایک طرف عوام کے دلوں میں ان کی قدرو منزلت بڑھی ہے اور دوسری طرف حکام نے بھی کچھ ہاتھ پاؤں ہلانے شروع کر دئے ہیں اور لاہور میں غنڈہ گردی کے خاتمے کی باقاعدہ مہم چل نکلی ہے۔ چنانچہ جہاں تک ہم نے عوامی ذہن کو پڑھا ہے صوبے کے عوام یہ توقع رکھنے لگے ہیں کہ شاید جنرل محمد موسیٰ کی ایڈمنسٹریشن صوبے سے قانون شکنی کا ہمیشہ کے لئے استیصال کر دے۔

اس کے علاوہ ۱۹ نظربندوں کی رہائی نے بھی عوام کے دلوں میں نئے گورنر پر اعتماد کے گہرے نقوش مرتسم کئے ہیں اور اگر وہ باقی ماندہ نظربندوں نوابزادہ نصراللہ خاں، سردار شوکت حیات ملک غلام جیلانی اور آغا شورش کاشمیری مدیر چٹان کی رہائی کے احکامات بھی صادر فرمادیں تو یقیناً ان کی قدرو منزلت میں بہت زیادہ اضافہ ہوگا۔ خاص طور پر آغا شورش کاشمیری جو پاکستان ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق سخت بیمار ہیں۔ فوری رہائی کے مستحق ہیں۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ نئے گورنر مذکور بالا نظر بندوں کے معاملہ میں ہمدردانہ غور فرمائیں گے اور اس طرح عنداللہ اور عندالناس ماجور ہوں گے۔

ہمیں علم ہے کہ جنرل محمد موسیٰ ایک آزمودہ کار سیاسی اور نہایت منجھے ہوئے دل و دماغ کے آدمی ہیں ویسے بھی ایک سپاہی کے متعلق عام نظریہ یہی ہے کہ وہ جو کچھ کہتا ہے اس پر عمل بھی کرتا ہے اس لئے ہم ان الفاظ وگزارشات کے ساتھ اپنے نئے گورنر کو ان کے نیک عزائم اور قابلِ ستائش آغازِ کار پر مبارک باد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ صوبے میں قانون شکنی کا خاتمہ اور امنِ عامہ کا دور دورہ ہو جائے گا۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

جذباتِ غم

بر وفاتِ میاں غلام حسین ناظم انجمن خدام الدین لاہور

ہوگیا دُنیا سے رخصت صبحدم، صبح فشاں
کیوں نہ اس کی موت پر ہوں سب کے دل اندوہگیں
یوں تو اک دِن سب کو جانا ہے یہاں سے بالضرور
ایک دینی انجمن کی کرکے خدمت بے ریا
الوداع اے نیک مخلص باصفا و باوفا

آفتابِ انجمن اور بزم کی روح رواں!
جو ہوا کرتا تھا انورؔ سب کے غم کا ترجمان
ہاں مگر نیکو سیر کی موت پر روتے ہیں سارے انس و جاں
بالیقیں حاصل کیا ہے اس نے جنّت میں مکاں
الوداع اے فیض یابِ حضرت قطبِ زماں[1] رح

تیری تربت تا ابد روشن رہے اے محترم
حق تعالےٰ کا ہو تجھ پر ہر گھڑی فضل و کرم

حافظ نور محمد انور
خادم دفتر خدام الدین لاہور

[1] شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ۔



۲۰ر جمادی الثانی ۱۳۸۶ھ بمطابق ۶ر اکتوبر ۱۹۶۶ء

دوسروں سے دعا کرانے کے ساتھ ساتھ خود بھی بارگاہِ الٰہی میں گڑگڑائیں اور التجا کریں

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

مرتبہ: خالد سلیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝ (سورۂ کہف پ۱۵ ع۱۶)

ترجمہ: اور روکے رکھ اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام طالب ہیں اس کے منہ کے اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں ان کو چھوڑ کر تلاش میں رونق زندگی دنیا کی۔ اور نہ کہا مان ان کا جس کا دل غافل کیا ہم نے اپنی یاد سے اور پیچھے پڑا ہوا ہے اپنی خوشی کے اور اس کا کام ہے حد پر نہ رہنا۔

حضرتؒ اکثر بیشتر مجلس ذکر اور خطبہ جمعہ میں یہ آیت پڑھا کرتے ہیں اور نیک صحبت پر زور دیا کرتے تھے وہ فرمایا کرتے تھے، کہ اپنی نشست و برخاست ان لوگوں کے ساتھ رکھو۔ جو اللہ تعالےٰ کے دیدار اور خوشنودی حاصل کرنے کے شوق میں نہایت اخلاص کے ساتھ دائماً عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ مثلاً ذکر کرتے ہیں قرآن پڑھتے ہیں، نمازوں پر مداومت رکھتے ہیں۔ حلال وحرام میں تمیز کرتے ہیں۔ خالق و مخلوق دونوں کے حقوق پہچانتے ہیں۔ گو دنیوی حیثیت سے معزز اور مالدار نہیں۔ اس کے علاوہ متکبّر و دنیاداروں کی طرف ہرگز نظر نہ اٹھاؤ اور ان لوگوں کے پاس ہرگز نہ بیٹھو، جن کے دل دنیا کے نقشے میں مست ہو کر خدا کی یاد سے غافل اور ہر وقت نفس کی خوشی اور خواہش کی پیروی میں مشغول رہتے ہیں۔ خدا کی اطاعت میں پیچھے اور ہوا پرستی میں آگے رہنا اُن کا شیوہ ہے اور مستوں کے پاس ہرگز نہ بیٹھو۔ وہ بظاہر کیسے ہی دولتمند اور ثروت والے ہوں۔

آج کی معروضات میں ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔ یہ واقعہ حضرت تھانویؒ نے بحوالہ حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ حضرت ابراہیم ادھمؒ تخت بادشاہی کو لات مار کر اللہ کی یاد کے لئے جنگل میں چلے گئے۔ وہاں وہ ہر وقت تسبیح اور ذکر اللہ میں مشغول رہتے ایک دفعہ حضرت خضر علیہ السلام اُن سے ملاقات کے لئے آئے۔ اور اپنا تعارف کرایا۔ لیکن حضرت ابراہیم ادھمؒ خاموش اللہ کی یاد میں لگے رہے۔ حضرت خضر علیہ السلام بڑے حیران ہوئے اور پوچھا، کہ یا حضرت کیا بات ہے۔ میں نے اپنا تعارف بھی کرایا۔ لیکن آپ نے کوئی توجہ نہیں کی۔ حالاں کہ لوگ مجھ سے ملنے کے لئے دعائیں اور تمنائیں کرتے ہیں۔ آپ بہت بے فکر اور بے نیاز معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم ادھمؒ نے کہا کہ آپ سے تو وہ ملے جس کو اللہ تعالےٰ کی ملاقات سے فرصت اور رخصت ملے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ دنیا مجھ سے دعائیں کرانے کے لئے تمنا کرتی ہے۔ آپ بھی کوئی دعا کرائیں تو حضرت ابراہیم ادھمؒ نے کہا کہ اچھا تو میرے لئے یہ دعا کرو کہ میں نبی بن جاؤں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ تو نہیں ہو سکتا۔ نبی دعاؤں سے نہیں بنتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے بنتا ہے۔ اور کوئی دعا منگوائیں تو حضرت ابراہیم ادھمؒ نے کہا کہ تم یہ کام نہیں کر سکتے۔ تو باقی جو کچھ ہوتا ہے ہو کر رہے گا۔ چھوڑ دو مجھ کو میرے حال پر۔

محترم حضرات! آپ دوسروں سے دعا کرانے پر بھروسہ کرنے کی بجائے۔ خود اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑائیں، تسبیح و ذکر کریں یعنی مشکلات بارگاہِ الٰہی میں پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مشکل کو ضرور حل کریں گے۔ وہ ضرور دعا قبول فرمائیں گے۔

اللہ تعالےٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں کہ جب میرے بندے مجھ سے دعا کرتے ہیں تو میں ان کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ دوسروں سے دعا کرانا برا نہیں ہے، لیکن خود بارگاہِ الٰہی میں دعا کرنا اور گڑگڑانا زیادہ بہتر اور فائدہ مند ہے۔

آج کل بزرگوں سے دعا کرانے پر بہت زور ہے۔ لیکن خود کوئی کام نہیں کرتے۔ نہ نماز ہے نہ روزہ نہ ذکر نہ تسبیح ہے۔ غرض کوئی عمل اللہ کی خوشنودی اور رضا کا نہیں کرتے۔ بس دوسروں کی دعا کو کافی و شافی سمجھتے ہیں۔ دنیاوی مشکلات کو دور کرنے کے لئے بزرگوں سے وظیفہ پوچھ لیتے ہیں۔

(باقی صلا پر)

خطبہ جمعہ

۲۸ جمادی الثانی ۱۳۸۶ھ بمطابق ۱۴/ اکتوبر ۱۹۶۶ء

قرآن خوفِ خدا رکھنے والوں کیلئے نصیحت ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ۔ (س ق رکوع ۳ پ ۲۶)

ترجمہ: سو آپ قرآن سے اُس کو نصیحت کیجئے جو میرے خوف سے ڈرتا ہو۔

حاشیہ شیخ الاسلامؒ

جو لوگ حشر کا انکار کرتے اور واہی تباہی کلمات بکتے ہیں بکنے دو اور ان کا معاملہ ہمارے سپرد کرو ۔ ہم کو سب معلوم ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں ۔ آپ کا یہ منصب نہیں کہ زور زبردستی سے ہر ایک کو یہ باتیں منوا کر چھوڑیں ۔ ہاں قرآن سنا سنا کر بالخصوص ان کو نصیحت اور فہمائش کرتے رہیئے جو اللہ کے ڈرانے سے ڈرتے ہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ ڈرانا اور نصیحت کرنا انہیں کو کارگر ہو سکتا ہے اور اللہ کے احکام کی تعمیل وہی کر سکتے ہیں جن کے دلوں میں خدا کا خوف موجود ہو۔

بزرگانِ محترم! یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کام یا شوق سے ہوتا ہے یا خوف سے ۔ طالب علم تعلیم شوق سے حاصل کرتا ہے یا استاد کے خوف سے پڑھتا ہے ۔ اسی طرح خدائی احکام کی تعمیل اور شریعت کی پیروی بھی یا تو شوق سے ہو سکتی ہے یا خوف سے ۔

اللہ تعالےٰ کے بعض بندے جو اللہ تعالےٰ کو محبوب سمجھ کر اور شوق سے شریعت کی پیروی کرتے ہیں انبیاء علیہم السلام اور اونچے درجے کے اولیاء ہوتے ہیں ۔ شریعت اُن کی طبیعت ثانیہ ہوتی ہے اور وہ رضائے مولا میں فنا ہوتے ہیں ۔ بعض اولیائے کرام ایسے بھی ہیں جو یہ فرماتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں نہ دوزخ کا ڈر ہے اور نہ جنّت کی طمع ہے ۔ ہمیں تو فقط تیری رضا مطلوب ہے ۔ تو جہاں رکھے ہم راضی ہیں ظاہر ہے اللہ تعالےٰ ایسے محبیّنِ صادقین کو دوزخ میں کیوں کر ڈال سکتا ہے ۔ یہ سب کچھ وہ محبتِ خداوندی کی بناء پر ہی کہتے ہیں اور محبوب ایسے محبّوں کو ناخوش نہیں کرتا ۔ ان کے برعکس عامۃ الناس خوف سے اللہ تعالےٰ کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں ۔ آخرت کی فکر اور اللہ کا ڈر انہیں شریعت کی پیروی پر مجبور کرتا ہے اور یہ ملکہ ان میں کسبًا پیدا کرانا پڑتا ہے ۔ چنانچہ شواہد اس کے حق میں ہیں اور خود کلامِ خداوندی پکار پکار کر کہتا ہے کہ قرآن کریم سے فائدہ وہی اُٹھا سکیں گے اور شریعت کا اتباع انہی خوش نصیبوں کے لئے آسان ہوگا جن کے اندر خدا کا خوف اور آخرت کی فکر موجود ہے ۔

ارشادِ باریٰ تعالیٰ

ملاحظہ کیجئے :-

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ○ (س الانعام پ ۷ رکوع ۶ آیت ۵۱)

ترجمہ: اور اس قرآن کے ذریعے سے ان لوگوں کو ڈرا جنہیں اس کا ڈر ہے کہ وہ اپنے رب کے سامنے جمع کئے جائیں گے ۔ اس طرح پر کہ اللہ کے سوا اُن کا کوئی مددگار اور سفارش کرنے والا نہ ہوگا تاکہ وہ پرہیزگار ہو جائیں۔

مقصد

یہ ہے کہ قرآن مجید کی ہدایتوں سے فائدہ وہی اُٹھا سکیں گے اور اس کلام ربّانی سے فقط انہی لوگوں کو نصیحت کیجئے ۔ جن کو یہ خوف ہے کہ ایک دن وہ اپنے رب کے سامنے حاضر کئے جائیں گے اور اس وقت ان کا حمائتی اور سفارشی کوئی نہ ہوگا ۔ سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی ۔ ہر ایک کا معاملہ اپنے پروردگار کے ساتھ ہوگا اور سوا اس کے کوئی کسی کا ساتھی یا مددگار نہیں ہوگا۔

پس اے برادرانِ عزیز! اگر آپ کو اپنے رب کے سامنے سرخرو ہونا ہے تو اسی دنیا میں اللہ کے حکموں کی تعمیل کرو اور شریعت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بناؤ ۔ اللہ نے جو حدیں مقرر کر رکھی ہیں انہیں ہرگز نہ توڑو، انہی حدود میں رہ کر زندگی بسر کرو اور جو کام کرو اس کی رضامندی کے لئے کرو، اور جس چیز سے وہ منع کرے اسے بالکل چھوڑ دو ۔ اسی کا نام تقویٰ ہے اور تقوای شعار ہی جنّت کے وارث ہونگے۔

شہادتِ قرآنی

قولہٗ تعالےٰ: وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ○ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ○ (س النّزعٰت رکوع ۲ پ ۳۰)

ترجمہ:- اور لیکن جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اس نے اپنے نفس کو بری خواہشوں سے روکا سو بے شک اس کا ٹھکانہ بہشت ہی ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلامؒ

یعنی جو اس بات کا خیال کرکے ڈرا کہ مجھے ایک روز اللہ کے سامنے حساب کے لئے کھڑا ہونا ہے اور اسی ڈر سے اپنے نفس کی خواہش پر نہ چلا بلکہ اُسے روک کر اپنے قابو میں رکھا اور احکام الٰہی کے تابع بنایا تو اس کا ٹھکانہ بہشت کے سوا کہیں نہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ خوفِ خُدا کے باعث نفس پر قابو رکھنے والوں اور شریعت کی تابعداری کرنے والوں کا ٹھکانہ بہشت ہے۔

محترم حضرات! یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھئے کہ خوفِ خدا سے ایمان اور ایمان سے اسلام پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام کی ماں ایمان ہے اور ایمان کی ماں خوفِ خدا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ خوفِ خدا کے باعث شریعت کا اتباع آسان ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسا خوف عطا فرمائے کہ کوئی قدم بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف اُٹھنے نہ پائے اور خوفِ خدا کی برکت سے ہر طرح کی نیکیوں کی توفیق ہو جائے۔

آمین یا الہ العالمین

بقیہ: مجلسِ ذکر

وظیفہ اور عبادت و ذکر کرنے میں صرف دنیاوی نفع مقصود ہوتا ہے رضا الٰہی نہیں ہوتی۔ یہ بالکل غلط اور بُری بات ہے۔

حضرتؒ دعا و وظیفہ کے ساتھ پانچ وقت کی نماز کو لازم قرار دیتے تھے۔ حکمت یہ ہوتی تھی، کہ جب انسان اللہ کی بارگاہ میں روزانہ پانچ وقت جھکے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مشکل حل کر دیں گے۔ نماز میں دُنیا اور آخرت کی سب بھلائیوں کی دُعا آ جاتی ہے۔ جب ہم جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں گے، تو دعا جمعیت کے ساتھ ہوگی۔ اور وہ ضرور قبول ہو جائے گی۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے، کہ جس طرح منڈی میں اچھے اور پکے آموں کے ساتھ گلے سڑے اور کچے آم بھی بک جاتے ہیں۔ اسی طرح نیکوں کے ساتھ عبادت کرنے والے بُرے اور گنہگار لوگ بھی بخشے جائیں گے۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیئے، کہ ہم اپنی نشست و برخاست نیک اور پرہیزگار لوگوں کے ساتھ رکھیں۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رشتہ داروں کو بُلا کر فرمایا تھا، کہ دنیا میں مجھ سے کوئی فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو اٹھا لو، قیامت کے دن میں تمہارے کوئی کام نہیں آؤں گا وہاں صرف تمہارے عمل کام آئیں گے میں فقط وہاں اللہ تعالیٰ سے سفارش یعنی دعا کروں گا وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی سے اور اجازت ملنے پر۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رشتہ داروں کو عمل کرنے پر زور دیتے ہیں تو ہم کون ہیں، کہ دوسروں پر بھروسہ کریں اور یہ خیال کریں کہ بس بیعت کر لینا کافی ہے۔ پیر خود بخشوالے گا۔ یہ عقیدہ سراسر غلط ہے۔ قیامت کے دن نیک اعمال اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی نجات ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان لوگوں پر ہوگی۔ جو دنیا کی زندگی میں اس کے احکامات کی فرماں برداری کرتے رہے ہوں گے۔ ذکر و عبادت اور تلاوت قرآن ان کا مشغلہ رہا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بقیہ شاہ ولی اللہ

مزاج، اور گہرے فلسفہ کو صرف ان مستشرقین ہی نے سمجھا ہے، انہیں یہ باور کرایا گیا، کہ قرون وسطیٰ کے ائمہ، محدثین، فقہا، متکلمین، صوفیاء اور علماء نہ صرف یہ کہ اسلامی کی حقیقی اور فلسفہ کے سمجھنے سے قاصر رہے بلکہ ان کی شریعت سازی نے اسلام کو جامد اور غیر متحرک بنا کر رکھ دیا جس کی وجہ سے قرون وسطیٰ کے اسلام میں جدید معاشرہ کی روز افزوں ضروریات کا ساتھ دینے کی صلاحیت نہیں رہی۔ ان میں سے بعض تو صاف صاف سیکولرزم (لا مذہبیت) کا نعرہ لگانے لگے، بعض نے کیموزم کو اسلامی روح قرار دیا،

اور بعض نے قدیم اسلام کو یکسر مشکوک قرار دے کر، نئی تعبیر اور تحریف کے زور سے جدید اسلام کے کل پرزے تیار کرنا شروع کر دیئے مجموعی طور پر ان لوگوں کے دوائر میں تہاون اور دین بیزاری کا ذوق مزید اور شدید سے شدید تر ہوتا چلا گیا، اور صورت حال کا وہی نقشہ سامنے آیا جسے شاہ صاحبؒ نے اس فقرہ میں بیان فرمایا ہے۔

"پھر ان دین فراموشوں سے بھی بڑھ کر کچھ ناخلف اور آئے۔ جو تہاون سُستی اور (تساہل پسندی) میں بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ علم دین کا بڑا حصہ نسیاً منسیاً ہو کر رہ گیا۔ (حتی نسیی معظم العلم)"

اللہ اکبر! "علم کا بڑا حصہ" سلف کی تفسیر ان کے نزدیک غلط قرار پائی؛ حدیث زمانہ ما بعد کی پیداوار، فقہ علماء کے جمود کا نشان، عقائد و کلام قرون وسطیٰ کی ستم ظریفی، احسان و تصوف جوگیانہ اعمال و اشغال کا مجموعہ، انا للہ وانا الیہ راجعون اس کے علاوہ علم کا باقی حصہ رہ ہی کتنا جاتا ہے۔ اس لئے تحریف کے لئے میدان صاف تھا اور ان کی تحریف پر ٹوکنے والے علماء موردِ عتاب۔

اور چونکہ یہ تہاون پسند اقتدار و اختیار کی وجہ سے قوم کے رئیس اور کبیر تھے۔ شاہ صاحبؒ کے بقول۔

"اور تہاون جب قوم کے رؤسا اور باثر افراد کی جانب سے ہو تو نہایت ضرر رساں اور فساد انگیز ہوتا ہے" جلد ۱ صفحہ ۱۲۰۔

اس لئے اس کا نتیجہ پوری ملت کے حق میں مذہبی گرفت کی کمزوری، عقائد سے تذبذب اور اعمال میں سُستی جیسے تباہ کن اثرات کے ساتھ نمودار ہوا، ہمیں یہ اصرار نہیں کہ یہ سب کچھ نیت اور ارادے کے کھوٹ کی وجہ سے وجود میں آیا، بلکہ ان میں سے بہت سے افراد ملت کے بہی خواہ اور نیک بھی ہوں گے۔ لیکن اس کا کیا علاج کیا جائے کہ زہر کو اگر زہر سمجھ کر کھا لیا جائے تو وہ جب بھی قاتل ہے اور اگر نادانی سے اسے تریاق کا نام دے کر اور واقعتہً پوری دیانتداری کے ساتھ اسے تریاق سمجھ کر کھا لیا جائے تو وہ جب بھی قاتل رہے گا، کسی کی نیک نیتی، دیانت داری، اور خوش فہمی، ظاہر ہے تریاق کو زہر اور زہر کو تریاق بنا ڈالنے سے معذور ہے۔

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

جہادِ حریت کی ایک ناقابلِ فراموش شخصیت

(عبد القیوم مظاہری)

حضرت قطب العالم سیدنا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۰۸ء) جہاں وسعت علم، وقت نظر، ملکۂ استنباط، قوتِ استدلال پاکیزگیٔ اخلاق، اتباعِ سنت، جمع بین العلم والعمل، جیسے کمالاتِ ظاہری و باطنی سے مالا مال تھے۔ وہاں آپ کا قلب مبارک شمع آزادی کی روشنی سے بھی منور اور جذبۂ حریت سے سرشار تھا۔ آپ بیک وقت عالم باعمل، صوفیٔ مرتاض، مسند آرائے سریر بیعت و ارشاد اور جہاد حریت کے ایک ممتاز مجاہد تھے، ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط آپ کے خیال میں اسلام اور قوم مسلم دونوں کے لئے سم قاتل تھا۔ اسلئے آپ کا دل اس بات کا آرزومند اور اس کے لئے مضطرب تھا کہ کسی طرح انگریزی کا یہ منحوس سایہ سرزمین ہندوستان سے اُٹھ جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے ہر وہ کوشش فرمائی جس کی اُمید کسی جانباز و سرفروش مجاہد یا سرخیل کارواں سے کی جا سکتی ہے۔ آپ نے نہ صرف یہ کہ قیدوبند کے مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا بلکہ انگریزی حکومت کو (جس کے جبر و استبداد کی داستانوں سے آج بھی کلیجہ منہ کو آتا ہے) اس وقت چیلنج کیا جب کہ کانگریس یا کسی اور منظم پارٹی کا وجود بھی نہ تھا اور گنتی کے چند مجاہدوں کو لیکر اس کے مقابلہ میں سر سے کفن باندھکر حمیت قومی، جذبہ حریت و بیداری کا ایسا اعلیٰ ثبوت پیش کیا۔ جو بعد میں آنے والے مجاہدین جنگِ آزادی کے لئے خضر راہ ثابت ہوا۔ حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے رفقاء کار حضرت شیخ الاسلامؒ اور ان کے ہمنوا جنہوں نے آخرکار منزل مقصود پر پہنچ کر دم لیا۔ سب اسی گنگوہی خانقاہ کے خوشہ چیں، اور اسی بارگاہ عالی کے منتسبین تھے۔

مَیں چاہتا ہوں کہ حضرت قطب العالمؒ کی مجاہدانہ اور سرفروشانہ حیات طیبہ کی ایک جھلک پیش کروں جو آج بھی ہمارے لئے درس عبرت و موعظت ہے۔ تاریخ اسلامی اپنے اندر ایسے بے شمار واقعات محفوظ کئے ہوئے ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کبھی مسلم فرمانرواؤں میں ضعف و اضمحلال لاحق ہوا ہے تو ایسے وقت میں ہمیشہ علمائے اسلام زمام قیادت اپنے ہاتھوں میں لے کر باطل کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوئے اور خداداد صلاحیتوں سے ایسی تحریکوں کو وجود بخشا جن کا انجام آخرکار کامیابی پر ہوا۔ چنانچہ ہندوستان میں تحریک آزادی کا سب سے پہلا اور اوّلیں سرچشمہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی ذات گرامی ہے۔ آپ نے تحریک آزادی کی ابتداء فرمائی اور اس کو شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے آگے بڑھایا ان کے بعد حضرت سید احمد بریلویؒ اور حضرت محمد اسمٰعیل صاحب شہید دہلویؒ نے زمام قیادت اپنے ہاتھوں میں لی۔ یہ دونوں حضرات اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے یا ناکام؟ اس سے قطع نظر کرکے ہم بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان قدسی نفوس نے اس راہ میں اپنا خون بہاکر اپنے جانشینوں کے لئے جدوجہد اور قربانی کی ایک مثالی راہ معین کردی۔ حضرت قطب العالمؒ اور آپ کے رفقاء چوں کہ سلسلۂ ولی اللہی سے ظاہری و باطنی دونوں اعتبار سے وابستہ تھے اس لئے آپ کے اندر جہادِ حریت کا جذبہ موجزن ہونا ایک قدرتی اور فطرتی امر تھا۔ آپ کے اکابر پہلے ہی اس راہ میں حضرت شہید بریلویؒ کی رفاقت و معیت میں اپنی قربانیاں دے چکے تھے جو آپ کے لئے مشعل راہ تھیں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں آپ نے وہ مجاہدانہ کارنامے انجام دیئے جن سے اگلے زمانہ کے مجاہدین اسلام کی یاد تازہ ہوگئی۔

آپ نے جہاد کے فتوے پر بلا کسی تأمل اندیشی کے دستخط فرمائے۔ اور لوگوں کو اپنا ہمنوا بنایا۔ یہ حضرت قطب العالمؒ اور حضرت قاسم العلوم ہی کی رائے عالی اور ہمت مردانہ تھی کہ جہاد تھانہ بھون کا جراُت مندانہ اقدام کیا گیا تھا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو امام المسلمین اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو سپہ سالار مجاہدین مقرر کیا گیا۔ اور حضرت قطب العالمؒ کو قاضی بنایا گیا چنانچہ آپ نے مقدمات کو از روئے شرع فیصل کرنا بھی شروع فرما دیا تھا۔ یہ ایک چھوٹی سی حکومت کہیئے یا ایک مثالی ریاست۔ آپ چاہتے تھے کہ سارے ہندوستان میں اسی طرح کی ایک حکومت قائم ہو جائے۔ کیوں کہ آپ کے نزدیک مسلمانوں اور ساری ہندوستانی اقوام کا بس اسی میں فائدہ تھا۔ یہ موقع بڑا ہی پُرخطر تھا۔ کیوں کہ قائم کرنے کو تو اسلامی حکومت قائم کر لی تھی۔ مگر اس اقدام سے آپ نے اور آپ کی جماعت نے جس ظالم و جابر قوم کو چیلنج کیا تھا اس کی قوت و سطوت کے سامنے دُنیا کی بڑی حکومتیں سجدہ ریز تھیں۔ جس ماحول اور جن حالات میں یہ اعلانِ جہاد کیا گیا۔ ظاہری سازو سامان پر ایمان رکھنے والے آج بھی حیران و ششدر ہیں۔ تھانہ بھون میں خود مختار حکومت کے اعلان کے بعد ظاہری طور پر آپ کو اور آپ کے پیر و مرشد کو جدید آلات جنگ کا فراہم کرنا بھی ناگزیر تھا۔ کیونکہ مجاہدین کے پاس جدید آلات بالکل نہیں تھے۔ وہی پُرانی تلواریں اور پُرانی قسم کی بندوقیں جن کے بھرنے میں کافی وقت لگتا تھا اور مقابل میں اتنی بڑی طاقت اور وہ بھی آلات جدید سے لیس ظاہری اعتبار سے وہ نسبت بھی تو نہ تھی جو قطرہ کو دریا

سے ہوتی ہے لیکن دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ان بوریہ نشین اور بے نوا فقراء اسلام نے معرکہ ہائے بدر واحد کی یاد تازہ کر دی۔ جس وقت تھانہ بھون یہ خبر پہنچی کہ توپ خانہ سہارنپور سے شاملی بھیجا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ فوج کا ایک دستہ بھی ہے اور رات کے وقت اس کا گزر یہاں سے ہوگا تو عام طور پر بزرگوں کو اس کی تشویش ہوئی کہ مجاہدین کی جماعت میں جدید آلات بالکل نہیں۔ کچھ تلواریں اور پرانی قسم کی بندوقیں ضرور ہیں لیکن ان سے توپ خانہ کا مقابلہ کیسے کیا جا سکے گا۔ اس تشویشناک موقع پر حضرت قطب العالمؒ ہی کی ذات گرامی تھی جس نے لوگوں کو یہ کہہ کر فرمایا کہ:

"تم کسی قسم کی فکر نہ کرو"

انگریزی فوج کی گزرگاہ پر ایک باغ واقع تھا۔ حضرت قطب عالمؒ نے تیس یا چالیس مجاہدین کو اسی باغ میں چھپا دیا تھا اور یہ حکم دیا کہ تم لوگ تیار رہنا جب میں کہوں گا تم سب مل کر بیک وقت فائر کر دینا۔ چنانچہ جب انگریزی فوج معہ توپ خانہ کے اس باغ کے سامنے سے گذری تو آپ کے حکم سے سب نے یکبار گولیاں چلا دیں ساری فوج گھبرا گئی اور ان پر اتنا خوف و ہراس طاری ہوا کہ توپخانہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ حضرت قطب العالم نے توپ خانہ کھینچ کر حضرت حاجی صاحبؒ کی مسجد کے سامنے لا کر ڈال دیا۔ شاملی پر جب مجاہدین کا حملہ ہوا اس میں حضرت گنگوہیؒ پیش پیش تھے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ وہاں کی انگریزی فوج پسپا ہوئی اور اس پر مجاہدین کا قبضہ بھی ہو گیا تھا۔ اس محاذ پر آپ نے وہ جوہر دکھائے کہ آپ کی جرأت و ہمت، سرفروشی و جانبازی کی ہر شخص نے داد دی دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ میدان جنگ میں آپ سینہ سپر تھے۔ دشمنوں کے وار سے بچ کر ان پر ایسا نشانہ باندھتے کہ شاذ و نادر ہی خطا کرتا۔ گو فن سپہ سالاری کی آپ نے باضابطہ کسی سے تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ مگر ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں ایک کہنہ مشق مرد میدان ثابت ہوئے۔ آپ کی دلیری۔ جرأت و بیباکی کی یہ ایک اعلیٰ مثال ہے کہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد جب آپ پر اور آپ کے پیرومرشد حضرت حاجی صاحبؒ نیز حضرت قاسم العلومؒ پر الزام و بغاوت عائد کیا گیا تو آپ نے ایک دن کے لئے روپوش ہونا گوارا کیا۔ اور نہ اپنے وطن گنگوہ سے گرفتاری کے خوف سے کہیں اور جانا گوارا فرمایا۔

چنانچہ آپ کے نام گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا۔ گرفتار کرکے سہارنپور اور مظفرنگر کی جیل لائے گئے۔ آپ پر شرکت جہاد شاملی کے علاوہ یہ الزام بھی تھا۔ کہ سپاہیوں کی رائفل آپ کے پاس ہے۔ جب عدالت نے آپ سے پوچھا کہ تم نے گورنمنٹ کے خلاف ہتھیار اٹھایا تھا۔ آپ نے فوراً ہی اپنی جیب سے تسبیح نکالی، اور برجستہ جواب دیا کہ "بندے کا ہتھیار تو یہ ہے" پھر سوال کیا گیا کہ رائفل کہاں ہے؟ آپ نے نہایت صفائی اور ہوشمندی سے جواب دیا کہ رائفل سے مجھے کیا پیرو کار عدالت کے سوالوں کے جواب آپ نے اس خوبی سے دیئے کہ اس کی مقصد براری نہ ہو سکی۔ حکم ہوا چند سپاہی ننگی تلواریں لے کر آپ کے سر پر کھڑے رہیں کہ ممکن ہے خوف زدہ ہو کر اقبال جرم کر لیں۔ آپ کے متعلق یہ بات مشہور ہو گئی تھی اور مشہور ہونا بعید از قیاس نہ تھا کہ آپ کو پھانسی دے دی جائے گی آپ کے ماموں مولانا محمد شفیع صاحب پابہ زنجیر دیکھ کر نیز حکومت کی سختیاں اور دھمکیاں ملاحظہ کرکے پہلے ہی سراسیمہ ہو چکے تھے۔ یہ حکم سن کر بہت ہی پریشان ہوئے چپکے سے آپ سے کہا بیٹا بتلا دے! کہ وہ بندوق کہاں ہے اگر تم نے بتلا دی تو حاکم فوراً رہا کر دے گا اب وہ بندوق تیرے کس کام آئے گی۔ دیکھ یہ ننگی تلواروں کا تجھ پر سایہ ہے جسے دیکھ کر زہرہ آب اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جا رہا ہے لیکن صبر و استقامت کے پہاڑ تھے نہایت اطمینان سے فرمایا کہ "

ماموں جان! اگر سینکڑوں تلواروں کا پہرہ لگا دیا جائے تو بھی کیا خوف ہے؟ بندوق کا بتانا الزام کو سر پر لینا ہے۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا" غرضیکہ حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے آپ نے کسی الزام کو قبول کرنے سے یکسر انکار کر دیا آپ پر جب کسی قسم کا الزام ثابت نہ ہو سکا۔ تو تقریباً آٹھ نو ماہ بعد آپ کو قید و بند سے بے لاگ رہائی حاصل ہوئی حضرت سید بریلویؒ سے اب تک کے تجربات سے حکومت نے پورے طور پر محسوس کر لیا کہ ہندوستانی بالخصوص مسلمان غلامی کے خوگر ہوئے ہیں اور نہ اس کو وہ آسانی سے قبول کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اس نے ہندوستانی قوم میں ایک ذہنی انقلاب برپا کرنے کے لئے تعلیم کا راستہ اختیار کیا۔ لیکن حضرت قطب العالمؒ اور حضرت نانوتویؒ کی مبصرانہ نگاہوں نے انگریز کے اس اقدام کو بھانپ لیا اور پھر بے سرو سامانی کے باوجود اس کا ترکی بترکی جواب دیا۔ شمشیروسناں کو چھوڑ کر ایک ایسا تعلیمی پروگرام مرتب کیا جس نے انگریز کی بنائی ہوئی اسکیم کو ناکام بنا دیا۔ قیام دارالعلوم دیو بند سے یہی مقصد تھا کہ بیک وقت عالم دین اور انقلاب کے علمبردار پیدا ہوں اور ان کو ملک کے گوشہ گوشہ میں بھیجا جائے۔ چنانچہ دارالعلوم کا سب سے پہلا طالب علم (شیخ الہند) جب فارغ التحصیل ہوتا ہے۔ تو اس کی پیشانی جان قاسمی و انوار رشیدی سے جگمگا رہی تھی۔ اس کے قلب میں جذبۂ حریت کا وہ امڈتا ہوا سمندر موجزن تھا کہ اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اس کی قوت عمل اور مجاہدانہ سرگرمیوں نے قصر استبداد میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ آخرکار دنیا کی وہ عظیم الشان طاقت جس کی بڑائی اور عظمت کا چار دانگ عالم میں شہرہ تھا جس کی دور اندیشیوں کا زمانہ معترف تھا۔ چند بوریہ نشینوں نے اس کے آہنی پنجوں کو مروڑ کر رکھ دیا۔

حضرت قطب العالم سیدنا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار جنگ آزادی کے ان رہنماؤں میں بجا طور پر کیا جا سکتا ہے۔ جنکے تذکرے کے بغیر تاریخ آزادی ہمیشہ نامکمل رہیگی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

مولانا سعید الرحمٰن

زمانہ خیر القرون کے مشاہیر اہلِ علم میں حضرت عبداللہ ابن مسعود کا اسم گرامی قابلِ ذکر ہے:

عبداللہ بن مسعود، کنیت ابوعبدالرحمٰن شروع میں اسلام لائے۔ حضرت عمرؓ سے بھی پہلے مسلمان ہوئے۔ مشکوٰۃ شریف میں ایک روایت کے مطابق اسلام میں چھٹے ہیں۔ صاحبِ مشکوٰۃ لکھتے ہیں:

كَانَ مِنْ خَوَاصِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ صَاحِبُ سِرِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسِوَاكِهٖ وَنَعْلَيْهِ وَطُهُوْرِهٖ فِي السَّفَرِ هَاجَرَ اِلَى الْحَبْشَةِ وَشَهِدَ بَدْرًا ثُمَّ مَا بَعْدَهَا مِنْ مَشَاهِدٍ وَّشَهِدَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَضِيْتُ لِاُمَّتِيْ مَا رَضِيَ لَهَا ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ وَّ سَخِطْتُّ لَهَا مَا سَخِطَ لَهَا ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ۔ الخ

ترجمہ: تھے عبداللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص میں سے اور تھے رازدار آپؐ کے اور آپؐ کے مسواک اور نعلین (جوتا مبارک) اور وضو کے سامان (لوٹے وغیرہ) کے اٹھانے والے تھے، سفر میں بھی حبشہ کی طرف ہجرت کی اور جنگِ بدر میں شریک ہوئے پھر بعد میں بھی بہت سی لڑائیوں میں شریک ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے جنتی ہونے کی خوشخبری دی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے لئے جو (احکام و مسائل) بتائیں میں بھی اسے پسند کرتا ہوں اور جس چیز کو ابنِ مسعود ناپسند کریں، میں بھی اسے ناپسند کرتا ہوں (پس چاہیئے کہ امّت اس پر پرہیز رکھے)۔ الیٰ آخرہٖ۔

ان کے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک روز یہ عقبہ کی بکریاں چرا رہے تھے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرف سے گزر ہوا۔ حضورؐ نے ایک بانجھ بکری کو پکڑ کر اس کا دودھ دوہا۔ خود بھی نوش فرمایا اور حضرت ابوبکر کو بھی پلایا۔ اس کے بعد عبداللہ بن مسعود ایمان لے آئے اور عرض کیا کہ مجھے قرآنِ پاک تعلیم فرمایئے۔ آپؐ نے ان کے سر پر دستِ شفقت پھیرا اور فرمایا:

يَرْحَمُكَ اللّٰهُ اِنَّكَ عَلِيْمٌ مُّعَلَّمٌ

(اللہ تعالےٰ تجھ پر رحم کریں تو دنیا میں علم پھیلانے والا لڑکا ہے)

(استیعاب، محدّث اعظم)

ان کی فطرت اور استعداد کا اندازہ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعلیم پر زیادہ توجہ فرمائی اور ان کو اپنے پاس ہی رکھ لیا تاکہ کسی وقت دور نہ ہوں اور فرمایا کہ تمہیں اندر آنے کی اجازت ہے جب چاہو بلا روک ٹوک چلے آیا کرو اور ہماری ہر طرح کی باتیں سُنا کرو تاوقتیکہ ہم منع نہ کریں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اس شفیق اور مربّی روحانی وجسمانی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت کو سرمایہ سعادت دارین اور ترقیٔ فضل وکمال سمجھ کر آپ کی کفش برداری کی خدمتِ مبارکہ بجا لاتے خواب سے بیداری کے وقت وضو کا پانی رکھتے مسواک رکھتے، نہاتے وقت پردہ کرتے چوبداروں کی طرح آگے چلتے اور ہر وقت خدمتِ عالیہ میں حاضر رہتے اور ہر قسم کی خدمت بجا لاتے۔ (استیعاب)

حضرت عبداللہ کا یہ اختصاص اس حد تک ترقی کر گیا تھا کہ صحابہؓ ان کو خاندان نبوت کا ہی فرد سمجھنے لگے تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ خاص اور ابنِ مسعودؓ کے طلب وشوق نے ان کو اس اعلیٰ مرتبہ پر پہنچایا کہ جب عبدالرحمٰن بن یزید نے حذیفہؓ صحابی سے پوچھا کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اشبہ، اخلاق، سیرت اور اعمال میں کون ہے تاکہ ہم ان کی خدمت میں رہیں تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابن مسعودؓ کے سوا کوئی بھی، صحابہؓ میں سے، ان سب باتوں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا شبیہ کامل نہیں ہے۔

جب ابن مسعودؓ کے اخلاق وعادات اور علوم کی تکمیل ہوگئی تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ہی ان کو تدریس وتعلیم کی اجازت عطا فرمائی۔ اور قرآن وحدیث دونوں کے بارہ میں صحابہؓ سے فرمایا کہ ابن مسعودؓ سے پڑھیں۔ استاد جب شاگرد کو اجازت دیتے ہیں تو سند اور اجازت نامہ میں دو طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً عام شاگردوں کے لئے یہ الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں کہ:

"میں تمہیں فلاں علم پڑھانے کی اجازت دیتا ہوں"

لیکن جو طلبہ جیّد الاستعداد اور اپنی قابلیّت کی وجہ سے ممتاز ہوتے ہیں ان کی نسبت سند میں یوں تحریر کیا جاتا ہے:

"میں اجازت دیتا ہوں کہ طلبہ ان سے فیضیاب ہوں اور ان سے پڑھیں"

جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعودؓ کو جو سند اور اجازت عطا فرمائی، اس میں دوسری قسم کے الفاظ ہیں۔

قرآن اور حدیث کی سندات جداگانہ عنایت فرمائی ہیں۔ جیسا کہ بخاری ترمذی سے ظاہر ہوتا ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَقْرِءُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّ سَالِمٍ مَوْلَى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَ اُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ وَّ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ۔ (بخاری)

اور ترمذی کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا اَقْرَأَكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا۔

یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ جس طرح تم کو قرآن پڑھائیں ویسے پڑھو۔

حدیث کی سند اور اجازت ترمذی میں موجود ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَدَّثَكُمْ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ فَصَدِّقُوْا۔

فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو حدیث تم سے ابن مسعود بیان کریں اسے صحیح سمجھو۔

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعودؓ کو قرآن وحدیث کے علاوہ تخریج مسائل استنباط اور قیاس کی بھی اجازت اور سند عطا فرمائی تھی۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَمَسَّکُوْا بِعَھْدِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ۔

یعنی تم لوگ ابن مسعودؓ کے مسائل اور احکام پر عمل کرو۔ ان کا قول تمہارے عمل کے لئے کافی دلیل ہے۔

(اکمال خطیب)

کنز العمال میں بھی کچھ اختلاف الفاظ کے ساتھ یہ سند موجود ہے وَھُوَ ھٰذَا:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَضِیْتُ لِاُمَّتِیْ مَا رَضِیَ لَھَا ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ وَسَخِطْتُ لَھَا مَا سَخِطَ لَھَا ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ۔

یعنی ابن مسعودؓ جو احکام اور جو مسائل میری امت کے لئے تجویز کریں میں بھی اسے پسند کرتا ہوں اور اپنی امت کو اس پر عمل کرنے کی اجازت دیتا ہوں اور جس کو ابن مسعودؓ ناپسند کریں۔ میں بھی اسے ناپسند کرتا ہوں اور میری امت اس سے پرہیز کرے۔

ان احادیث سے حضرت ابن مسعودؓ کے بیان کردہ مسائل کی وقعت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قابلیت اور استعداد علم و عمل سے ہی مخصوص نہ تھی۔ بلکہ انتظام ملکی سیاست اور تدبیر منزل میں بھی ان کی فہم و فراست اور معاملہ فہمی کچھ کم نہ تھی۔ اور اس کی تصدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ان سُنہری الفاظ سے فرمائی:

"اگر میں کسی کو بلا مشورہ امیر المؤمنین بناتا تو اس کے لئے بیشک ابن مسعودؓ ہی کو چُنتا۔"

یہ ظاہر ہے کہ ان کے مبلغ علم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی دوسرا نہیں سمجھتا تھا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور سند کے بعد کسی دوسری شہادت کی ضرورت ہی نہیں۔ اسی بناء پر حضرت فاروق اعظمؓ اور جناب علی اقضی العرب نے عبداللہ ابن مسعودؓ کے کمال علمی اور واقفیت حدیث کا اقرار کیا اور اس کی شہادت دی۔

کوفہ والوں نے جب فاروق اعظمؓ سے یہ شکایت کی کہ اہل شام کے وظائف میں ترقی کر دی گئی اور ہم لوگ اس سے محروم رہے، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ "اہل شام کے وظائف میں تو ترقی کی گئی ہے۔ لیکن تمہارے علوم میں ترقی کی گئی ہے کیوں کہ تمہاری تعلیم کے لئے ابن مسعودؓ جیسے قیمتی جوہر کو بھیج دیا گیا ہے اور ابن مسعودؓ کے فضل و کمال اور واقفیت کا صحیح اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت بھی رہتے تھے جب کہ ہم لوگ اپنے کاروبار میں مصروف ہوتے تھے اور جب کہ آپ اندر ہوتے تھے اور ہم اندر نہیں جا سکتے تھے۔ ہم سے پردہ کیا جاتا تھا۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ اس وقت بھی حاضر رہتے تھے۔

جناب فاروق اعظمؓ کا عبداللہ ابن مسعودؓ کی واقفیت حدیث پر یہ استدلال کتنا صحیح ہے اس لئے کہ اساسیات دین کا سرمایہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال ہیں اور جس شخص نے خلوت و جلوت دونوں میں آپ کے افعال کو دیکھا اور اقوال کو سنا ہو اور کسی وقت بھی آپ سے جُدا نہ ہوا ہو، تو اہل نظر اس کے کمال فن کا خوب اندازہ کر سکتے ہیں۔ اسی لئے جناب علیؓ سے لوگوں نے جب ابن مسعودؓ کے علم کے بارے میں دریافت کیا تو آپؓ نے فرمایا کہ:

ابن مسعودؓ نے تمام قرآن پڑھا اور حدیثوں کو جانا اور یہی کافی ہے۔"

یہ اس لئے کہ مسلمانوں کو اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں اور نہ ہی مسلمانوں میں قرآن و حدیث کے سوا کوئی تیسرا علم نصاب تعلیم میں داخل تھا۔

جناب فاروق اعظمؓ نے ایک دفعہ فرمایا کہ:

"ابن مسعودؓ علم مجسم ہے۔"

علامہ ابن قیم اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں کہ امام مسروقؒ جو جلیل القدر تابعی ہیں، کہتے ہیں "کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھا تو تمام کے علم کا سرچشمہ ان چھ کو پایا۔ ابن مسعودؓ عمرؓ، زیدؓ، ابوالدرداءؓ اور اُبیؓ۔ اس کے بعد پھر دیکھا تو ان چھ کے علم کا خزانہ علیؓ اور ابن مسعودؓ کو پایا۔

امام مسروق کی اس شہادت کی تصدیق واقعات سے بھی ملتی ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص اور ہر وقت کے حاضر باش خلوت و جلوت کے راز دار تھے اور ان سے زیادہ واقفیت کے اسباب اور کسی کے لئے مہیا نہ تھے۔ چنانچہ بخاری میں ہے کہ ایک روز ابن مسعودؓ نے صحابہؓ کے عام مجمع میں فرمایا کہ تمام صحابہؓ اس امر کو جانتے ہیں کہ میں سب سے زیادہ کتاب اللہ (قرآن) کا عالم ہوں اور مجھے ہر سورت قرآن کی معلوم ہے کہ کس جگہ نازل ہوئی اور کس موقع پر نازل ہوئی اور اگر کوئی صحابی مجھ سے زیادہ قرآن کا عالم ہوتا تو میں ضرور اس کے پاس جا کر اس سے قرآن پڑھتا خواہ وہ کسی جگہ ہوتا۔

شفیقؒ کہتے ہیں کہ:

"جس مجمع میں عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ فرمایا تھا۔ اس میں میں بھی موجود تھا۔ لیکن صحابہؓ میں سے کسی صحابیؓ کو اس کلام کی مخالفت کرتے نہیں سُنا اور نہ دیکھا اور نہ ہی کسی نے اس بات میں ان کی تکذیب کی۔"

ابن مسعودؓ قرآن کے سب سے زیادہ عالم اس لئے بھی تھے کہ حضرت جبرئیلؑ کا معمول تھا کہ رمضان المبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک بار قرآن کا دَورہ کرتے لیکن وفات شریف کے سال اسی ماہ میں دوبارہ دَور کیا اور ان دونوں دوروں میں ابن مسعودؓ موجود تھے۔

(استیعاب)

اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنّات کو تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تو بھی آپ ساتھ تھے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کے اس فضل و کمال سے کتنے لوگوں کو کس قدر فیض پہنچا۔ کتب تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس آفتاب مسعودؓ کی روشنی نے تمام علماء کے دلوں کو روشن کیا اور ہر دل میں اس کا پَرتَو اور چمک تھی اور اسی نور سے جہل کی تاریکی کافور ہوئی اور آپ کے علمی چشمہ سے تمام اسلامی دنیا سیراب ہوئی۔

اسرار الانوار میں ہے کہ:

"کوفہ میں ابن مسعودؓ کے حلقہ درس میں ایک وقت چار ہزار طلبہ شریک ہوتے تھے جناب امیرؓ جب کوفہ تشریف لائے اور ان کے استقبال کے لئے ابن مسعودؓ مع اپنے شاگردوں کے باہر آئے تو تمام میدان طلبہ سے بھر گیا تھا۔ جناب امیرؓ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ ابن مسعودؓ! تم نے تو کوفہ علم و فقہ سے بھر دیا اور یہ شہر تمہاری وجہ سے علم کا مرکز اور معدن بن گیا۔

علامہ ابن قیمؒ اعلام الموقعین میں لکھتے

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درسِ قرآن

منعقدہ ۲۶ر جون ۱۹۶۶ء

مرتب: محمد عثمان غنی

تعظیم شعائر اللہ میرے دوستو کیا ہے؟ مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ دل کا تقویٰ، اور شعائر پیدا کیسے ہوتے ہیں؟ شعائر اللہ سے مراد کون سی چیز ہے؟ شعائر اللہ ہر وہ چیز ہے جس پر اللہ کی عبادت کی جائے۔ جو اللہ کی عبادت کے ساتھ مخصوص ہو۔ جس کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی زندگی میں استعمال کیا۔ بس وہ شعائر اللہ میں بن جاتا ہے۔ قرآن مجید میں دیکھ لیجئے، پہلے ہی سورۃ بقرہ میں اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہِ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِہِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌ عَلِیْمٌ ۝ فرمایا کہ صفا اور مروہ یہ پہاڑ نہیں ہیں ان کو پتھر مت سمجھو مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہِ یہ تو اللہ کی نشانیاں ہیں۔ اور اللہ کی نشانیاں کیوں ہیں، یہ اللہ کی نشانیاں کیسے بن گئیں؟ کس نے بنائیں؟ آپ دوست اکثر جانتے ہیں۔ جن دوستوں نے حج کیا ہے۔ اللہ ان کے حجوں کو قبول فرمائے اور جو نہیں کر سکے اللہ اُن کو بھی سعادت نصیب فرمائے۔ تاریخوں میں بھی آتا ہے، تفسیروں میں بھی آتا ہے اور اب تو تعلیم بہت زیادہ عام ہو چکی ہے کہ جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالےٰ کے حکم سے اپنے دُودھ پینے والے بچّے اسمٰعیل علیہ السلام کو اپنی زوجۂ محترمہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو لے کر پہنچتے ہیں بیت اللہ شریف کے قریب تو اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ کی بات چلی ہے۔ اللہ نے حکم دیا ابراہیمؑ اس دودھ پینے والے بچّے کو اور اس اپنی بیوی کو لے کر وہاں پہنچا جہاں میرا گھر تھا۔ وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرَاھِیْمَ مَکَانَ الْبَیْتِ میں تجھے بتا دوں گا کہ میرا گھر وہاں تھا۔ جو طوفان نوح کے بعد بہہ گیا۔ اَب اس پر ریت آچکی ہے۔ تم اپنی بیوی اور اس بچّے کو لے کر وہاں پہنچو اب بتاؤ ہمارے دماغوں میں یہ بات آ سکتی ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے یہ نہیں پوچھا کہ خدایا وجہ کیا ہے؟ علّت کیا ہے؟ بس حکم تھا وہاں پہنچے، اپنی بیوی کو چھوڑا، بچّے کو چھوڑا، واپس تشریف لائے۔ ہاجرہ رضی اللہ عنہا اللہ کے حکم کے آگے صابر رہیں، دودھ تھا خشک ہوگیا۔ پانی کا مشکیزہ ختم ہوگیا۔ وہ چند جو کھجوریں تھیں ختم ہوگئیں۔ اور ایسا ماحول جہاں پر نہ کوئی جھونپڑا ہے، نہ کوئی پودا ہے۔ نہ کوئی پارک ہے۔ نہ کوئی ہوٹل ہے۔ نہ کوئی پرندہ ہے۔ کوئی مخلوق نہیں سوائے حضرت ہاجرہؓ کے اور ان کے دودھ پینے والے بچّے کے۔ اب بچّہ بھوکا ہے پیاسا ہے ایڑیاں رگڑتا ہے تو ہاجرہ رضؓ پانی کی تلاش میں نکلتی ہیں۔ تو قریب ہی دو چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں، جبل ابی قبیس تو بہت اُونچا پہاڑ تھا ذرا دُور تھا تو وہ تشریف لاتی ہیں۔ پہلے صفا پر چڑھتی ہیں دیکھتی ہیں کوئی مسافر گزرے یہاں سے۔ کوئی انسان نظر آئے۔ تاکہ میں ان سے پانی مانگوں۔ مگر کوئی نظر نہیں آتا۔ تو پھر وہ نیچے اُترتی ہیں، وادی ہے۔ اَب بھی وہاں پر نالے کی شکل میں موجود ہے وہ جگہ اَب بھی پست ہے۔ وہاں سے پھر دَوڑتی ہیں پھر جاکر مَروہ پر چڑھتی ہیں۔ دیکھیں کوئی آدمی نظر آئے۔ مگر کوئی نظر نہیں آتا اِسی طرح سات چکّر لگاتی ہیں۔ ساتواں چکّر پورا کرکے جب مَروہ پر پہنچتی ہیں تو دیکھتی ہیں کہ ان کے بیٹے کے پاس پرندے کی شکل کی کوئی مخلوق بیٹھی ہے۔ دَوڑی ہوئی آتی ہیں۔ تو وہ پرندہ تو اُڑ چکا تھا۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ اپنی ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ اور ان کی ایڑیوں سے پانی کا چشمہ نکل رہا تھا آپ نے ریت کی چھوٹی سی بنّی بنا دی اور فرمایا زَم زُم ٹھہر جا۔ ٹھہر جا۔ اس پانی کی مجھے بڑی ضرورت ہے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ چاہتے اور حضرت ہاجرہ یوں نہ فرماتیں، تو دریائے رحمت اتنا جوش میں تھا کہ دُوسرا طوفانِ نوُح برپا ہو جاتا۔ اتنا پانی نکلا وہاں سے اور آج بھی زم۔زم کا پانی پتہ نہیں چلتا آتا کہاں سے ہے۔ اتنا وہ گہرا ہے۔ تو ان دو پہاڑیوں کو جن پر حضرت ہاجرہؓ دوڑی ہیں۔ اور دوڑی کیوں ہیں؟ اللہ کا حکم تھا۔ خاوند کو اللہ کا حکم ہُوا تو بیوی نے خاوند کا حکم مانا اور خاوند کی اطاعت کی۔ اللہ کے حکم کے ماتحت اور ان پہاڑیوں پر پانی کی تلاش میں دوڑیں تو خدا نے کیا فرمایا؟ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ یہ صفا اور مَروہ پہاڑ نہیں رہے بلکہ یہ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ بن گئے اللہ کی عظمت کی نشانیاں ہیں تو قرآن مجید نے اس آیت میں جو ابھی مَیں نے پڑھی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے کیا فرمایا؟ کہ اے مسلمانو! اے ایمان والو! تم میں قوّت عملی کب پیدا ہوگی۔ جب تم میں تعظیم کا جذبہ پیدا ہو۔ حضرت درخواستی فرمایا کرتے ہیں اَلدِّیْنُ کُلُّہٗ اَدَبٌ دین سارے کا سارا ادب ہے۔ ادب کا معنیٰ تعظیم۔ تعظیم اور ہے میرے بزرگو! شرک اور ہے۔ ہم تعظیم اور شرک کے درمیان فرق نہیں سمجھتے۔

سلطان عبدالعزیز نے جس وقت کہ جنّتُ البقیع میں مزارات گرائے۔ مَیں جب ۱۹۳۹ء میں گیا تو مَیں نے بھی وہاں پر عجیب تماشا دیکھا۔ وہاں پر پتھر پڑے تھے۔ وہ ٹکڑے پڑے تھے۔ کتبے پڑے تھے۔ اور بعد میں وہ جگہ صاف کرا دی گئی تو اس وقت وہاں پر ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ ہندوستان سے بھی ایک وفد گیا تھا۔ جس میں سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ

(باقی بر صـ۱۷ پر)

گناہ کے نتائج

حافظ سعید احمد جامع مسجد نور منٹگمری

آج اس دور کے مسلمان خاص کر نوجوان طبقہ کے افراد نہ جانے کیوں اپنے مذہب سے بیگانہ اور دور ہوتے چلے جا رہے ہیں نہ صرف بے گانہ اور دور ہے بلکہ دینی احکام پر ہنسی مذاق اور طرح طرح کے اعتراضات کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے احکام شرعیہ اور قائم کردہ حدودات خداوندی کو اپنے لئے ایک عظیم ترین ظلم سمجھتے ہیں اور اپنے اوپر اسلامی تعلیمات یعنی قرآن و کو آن فیٹ سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو مہذب اور سلجھی ہوئی قوم تصور کرتے ہیں اور اسلامی قوانین کو عرب کے بدوؤں سے متعلق کرتے ہیں اسلام کو صرف اسوقت اس ماحول اور دور کے لئے ہی سمجھتے ہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اسلام صرف وہیں یعنی خطۂ عرب اور اسی قوم کے لئے محدود تھا۔ اب جبکہ وہ لوگ ختم ہو چکے ہیں، تو لازم ہے کہ اسلام بھی ان کے ساتھ ہی ختم ہو گیا۔ اور یہ لوگ صرف نام کے مسلمان کہلوانے کے لئے پتہ نہیں کہاں سے تشریف لے آئے ہیں۔ تعجب ہے اور انتہائی تعجب ہے۔

بہرحال میرے ناقص خیال میں اس کے دو بڑے سبب ہیں:

اوّل تو یہ سب ان کی ناسمجھی اور جہالت کے نتائج ہیں دوسرے آج کے دور میں حبّ دنیا عام ہو چکی ہے۔ جو کہ حدیث کی رو سے تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ ہر خاندان کا ہر فرد جداگانہ ذہن اور دین کا مالک ہے۔ اور جداگانہ جائز و ناجائز ذرائع سے دولت حاصل کرنے مادیات کو خدا سمجھے ہوئے بڑی بڑی کوٹھیوں، بنگلوں کلبوں اور اعلیٰ سے اعلیٰ قیمتی کاروں کا نقشہ ذہن میں لئے اپنی اپنی جگہ مضطرب اور سرگرداں ہیں۔ ہاں جن لوگوں کے پاس یہ چیزیں موجود ہیں۔ وہی لوگ کثرت زر، مال و اسباب کے باعث اور حبّ دنیا کے سبب سے زیادہ تر گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور عقائد اور اعمال کے گندے ہیں اوّل تو یہ لوگ اسلام کے بہت مخالف ہیں۔ اگر اسلام کی کسی بات کو باور بھی کر لیں تو اپنی مرضی کے مطابق اس کو اپنانا چاہتے ہیں۔ اور آپ کو اس دور میں ایسے لوگ بہت سے مل جائیں گے جو اسلام کو اپنی مرضی کے مطابق پیش کرتے ہیں۔ زکوٰۃ کو عوام کے سامنے تاوان کی صورت میں۔ نماز کو تکلیف مالایطاق روزے کو بھوکا مرنا اور ناشکری سے تعبیر کر کے پیش کرتے ہیں نعوذ باللہ منہا۔ ایسی باتیں ظاہر کرنی تو ان کے ہاں معمولی ہیں صرف قرآن ہی کو اپنی مرضی کے مطابق سمجھنے کے قائل ہیں اور احادیث نبویہ کے تو سرے سے ہی منکر ہیں اپنے زمانہ کے بہت بڑے مفسر قرآن افہام اور تفہیم کے ٹھیکیدار بنے بیٹھے ہیں، یہی لوگ۔ دین سے بیگانہ اور تعیش پسند لوگوں کو بہت جلد اپنا شکار کر لیتے ہیں۔ اور ان میں زیادہ تر دولت مند طبقہ ہی شامل ہے۔

اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ

اور بعض چوبیس گھنٹے اپنی خواہشات میں ہی مست ہیں یا پھر بازاروں میں دکانوں کی زینت میں سینماؤں میں پوری کی پوری فیملیاں رونق افروز ہیں۔ کلب بھی انہیں سے آباد ہیں رات گئے تک تاش اور جوئے کی محفلیں بھی یہیں قائم رہتی ہیں باغات اور پارکیں بھی انہیں کو اپنے جوبن سے مسرور کر دیتی ہیں۔ مے خانے اور ڈانسنگ ہال بھی انہی حضرات کی سرپرستی سے ترقی پذیر ہیں۔ ملک کی دوشیزاؤں کی عصمت سے کھیلنا غریبوں کی غربت کا مذاق اڑانا ڈاکے ڈلوانے قتل کروانے جرائم پیشہ لوگوں کی پشت پناہی کرنا۔ یہ سب ان کے ہاں شستہ اور مہذب افعال ہیں۔

دولت کے نشے تکبر اور اقتدار نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے یہ انسان کو انسان اور مذہب کو مذہب ہی نہیں سمجھتے اور یہ جس دین اسلام کو اپنے لئے غیر مناسب سمجھتے ہیں۔ وہی مذہب اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات کا نام ہے۔ خواہ وہ انفرادی شکل میں ہو یا اجتماعی حیثیت میں۔ اور اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے مسلمان کے ہر شعبہ زندگی کے افعال کو عین عبادت قرار دیا ہے۔

نہ جانے ان لوگوں کو مسلمان ہونے کے باوجود موت اور عذاب کا خیال تک کیوں نہیں آتا۔ یا قبر، ضغطۂ قبر، قیامت، اور قہر خداوندی پر ایمان نہیں۔ یا پھر عذاب الٰہی کو دعوت دے رہے ہیں۔

حضور سرور کائنات فخر موجودات آقائے نامدار تاجدار مدینہ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰؐ کا ایک فرمان یاد آ گیا آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب میری امت میں بے غیرتی پھیل جائے گی، زناکاری، شراب خوری، اور گانا بجانا گھر گھر ہو جائے گا تو اس وقت خدا تعالےٰ کا عذاب، زلزلے، طوفان بادوباراں، سیلاب، متعدی اور ممتد بیماریوں کے ذریعے نازل ہوگا۔

اسی حدیث نبویؐ کی روشنی میں ہمیں اپنے اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیئے کیا یہ آئے دن کے سیلاب طوفان اور بیماریاں کہیں ہمارے اپنے ہی اعمال و افعال کے نتائج تو نہیں اگر ہیں تو...... بہرحال لوگ اس دور کو انتہائی ترقی یافتہ اور ایٹمی دور تصور کر رہے ہیں۔ اور اس دور میں ہر چیز ترقی کر رہی ہے۔ جس کے نتائج یہ ہیں یعنی گناہ کو گناہ نہیں سمجھا جاتا اس کی تاویلات کر کے اسے نیکی ثابت کر کے دکھا دیا جاتا ہے اور اسے عبادت از

ثواب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حالاں کہ گناہ کی تعریف یہ ہے ہر جو کام خدا اور اس کے حبیب حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف کیا جائے یا ہو۔ ایسے گناہ کہتے ہیں اور گناہ کی حقیقت آگ، زہر یا نجاست کی سی ہے۔ آگ۔ تھوڑی بھی اور بہت بھی اشیاء کو جلا کر منٹوں میں خاک کر دیتی ہے۔ اسی طرح زہر بھی ہلاک کر دیتا ہے۔ اسی طرح نجاست بھی تھوڑی ہو یا بہت جسم وغیرہ کو پلید و گندا کر دیتی ہے۔ اسی طرح بعض گناہ تو ایمان کی پونجی کو منٹوں میں آگ کی طرح جلا کر راکھ کر دیتے ہیں جیسے شرک، کفر اور بدعت وغیرہ۔ بعض گناہ زہر کی طرح سارے جسم میں پھیل کر اثر کر دیتے اگر تدارک کر لیا جائے تو شفایاب اسے ہلاک و برباد کر دیتے ہیں جیسے حسد، کینہ اور حُبِّ دُنیا وغیرہ۔ اور بعض گناہ نجاست کی طرح سارے بدن یا بعض حصۂ بدن کو آلودہ اور گندہ کر دیتے ہیں جیسے حرص، چوری لہو لعب وغیرہ۔ اسلامی احکام شرعیہ میں گناہ کو دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (۱) صغیرہ گناہ، کبیرہ گناہ۔ (۲) گناہوں کی آخرت میں سزا ہونے کے علاوہ دنیا میں بھی بہت سے مضرات و نقصانات ہیں مثلاً: روزی کا کم ہونا، خدا کی یاد سے وحشت کھانا، عمر گھٹ جانا، علم سے محروم رہنا، اللہ تعالےٰ کے نزدیک ذلیل ہو جانا، دل کا پریشان رہنا، شرم اور غیرت کا چلے جانا، عقل میں فتور آ جانا، اکثر کاموں میں مشکل پڑ جانا، نیک آدمیوں سے وحشت کھانا، مرتے مُنہ سے کلمہ نہ نکلنا اور اس وجہ سے بے توبہ مَر جانا ہو جاتا ہے۔ اور آخرت میں گناہوں کی سزا اللہ جو چاہیں دیں یا نہ دیں بہر حال جو احادیث سے ثابت ہیں لکھے دیتا ہوں۔ قبر میں منکر نکیر کا مہیب شکل میں سوالات کرنا محشر میں پریشان ہونا، حوضِ کوثر سے محروم رہنا، جہنم میں طرح طرح کے عذاب میں سالوں مُبتلا رہنا، قیامت تک طرح طرح کا عذاب دیکھنا، ضغطۂ قبر ہونا،

حق تعالےٰ کا کلام نہ فرمانا، میرے محترم بزرگو اور عزیز بھائیو! میں کوٹھیوں، بنگلون، کاروں اور دولت مندوں کے خِلاف نہیں ہُوں، مَیں تو صرف خدا اور اُس کے حبیب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خِلاف اِن چیزوں کے استعمال کرنے والوں کا مخالف ہوں۔

ویسے تو عقیدہ کے طور پر انسان کا بھُولنا اُس کو وراثت میں ملا ہے اس لئے میرا توبہ پر ایمان ہے کہ غلطی کا ہو جانا یا بھُول کر گناہ کا ہو جانا انسان کے حصّہ اور قسمت میں داخل ہے۔ بہرحال بخشش اور مغفرت کے بارہ میں مایوس اور نا اُمید نہیں ہونا چاہیئے۔ کیوں کہ مایوس اور نا اُمید ہونا بھی ایک کفر ہے میں پہلے گناہوں کی تقسیم بتا چکا ہوں۔ صغیرہ اور کبیرہ صغیرہ ان گناہوں کو کہتے ہیں جو بِن توبہ کئے معاف ہو جاتے ہیں اور تمہاری شب و روز کی نیکیاں ہی اُنہیں ختم کر دیتی ہیں۔ صغیرہ گناہ یہ ہیں: کوئلہ، گھاس، ہڈی یا چارہ وغیرہ سے نجاست صاف کرنا۔ مجامعت یا بول و براز کے وقت باتیں کرنا، کھڑے ہو کر پیشاب کرنا، بلا ضرورت ماں باپ کا نام لینا پہنے ہوئے کپڑے سے ہاتھ منہ صاف کرنا۔ بائیں ہاتھ سے لینا دینا۔ وغیرہ۔ لیکن جب مومن نماز کے لئے وضو کرتا ہے۔ تو وضو کے پانی سے ہی اُس کے تمام صغیرہ گناہ بغیر توبہ کئے بر چہار اعضاء سے صادر ہوئے ہوئے معاف ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت سے صاف ظاہر ہے اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔ (۲) کبیرہ گناہ وہ گناہ ہیں جو بغیر توبہ اور استغفار کے معاف نہیں ہوتے توبہ کا مطلب صرف یہی نہیں کہ یا اللہ میری توبہ یا اللہ میری توبہ بلکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے توبہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اَلتَّوْبَۃَ النَّدَامَتْ توبہ شرمندگی اور ندامت کا نام ہے جب کبھی کبیرہ گناہ ہو جائے تو گناہ کے مرتکب کو انتہائی شرمندہ اور پشیمان ہونا چاہیئے کہ خدا کے سامنے میں اس کا کیا جواب دُوں گا یا کس منہ سے اس کے حضور میں حاضر ہوں گا۔ اور خُدا کے حضور میں سجدہ ریز ہو کر انتہائی عجز و انکساری اور رَو رَو کر معافی طلب کرے اور آئندہ کے لئے تائب ہو اور وہ گناہ نہ کرنے کا وعدہ کرے۔ اور پھر کبھی وہی گناہ یاد آ جائے تو بہت بڑا نظر آئے اور کانٹے کی طرح چبھتا ہوا محسوس کرے؟

گناہوں کی اس تقسیم کے بعد کبیرہ گناہ کی تعریف میں بھی اہل علم کے مختلف اقوال میں صاحبِ روضہ کے نزدیک کبیرہ گناہ وہ ہے جس کے مرتکب کے لئے قرآن و حدیث میں کوئی سخت وعید آئی ہو۔ لغوی کے نزدیک کبیرہ گناہ وہ ہے جس پر شریعت میں کوئی حد بیان کی گئی ہو۔ بعض کے نزدیک کبیرہ گناہ وہ ہے جس کی تحریم پر قرآن کی نص ہو یا اُس کی تحریم پر اجماع ہو۔ ابن قشیری کا قول ہے کہ جس گناہ میں بے پرواہی کی جائے اور گناہ کرنے والا بے پرواہی سے کر ڈالے وُہی کبیرہ گناہ ہے بعض متاخرین نے بھی اس قول کو پسند کیا ہے حضرت حسن بصری ابن زبیر مجاہد ضحاک وغیرہ کا قول ہے کہ جس گناہ کے مرتکب کو آگ کے عذاب کا خوف دلایا گیا ہو وُہی کبیرہ ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس گناہ کے ساتھ آگ، غضب، لعنت اور عذاب کا ذکر کیا گیا ہو وہی کبیرہ گناہ ہے۔ کبیرہ کی تعریف میں چونکہ اختلاف ہے اِسی وجہ سے کبائر کی تعداد میں بھی مختلف اقوال ہیں بعض کے نزدیک کبائر کی تعداد صرف سات ہے بعض کے نزدیک ان کی تعداد پندرہ اور بعض کے نزدیک ان کی تعداد چودہ ہے۔ ابنِ مسعودؓ کے ایک قول میں کبائر کی تعداد تیرہ اور ابن عباس کے ہاں ان کی تعداد ستّر ہے۔ سعید بن جبیرؓ کے نزدیک اِن کی تعداد سات سَو ہے۔ شیخ الاسلام علائیؒ نے تمام احادیث کے تتبّع اور تلاش کے بعد کبائر کی تعداد پچیس بتائی ہے۔ دیلمی نے ان گناہوں کی تعداد چالیس بتائی ہے۔

بہر حال ان کی صحیح تعداد کچھ بھی ہو لیکن ان کا علاج صرف ایک ہے۔ جو کہ میں پیچھے بیان کر چکا ہوں۔ لیکن اَب بھی لکھے دیتا ہوں یعنی قلب سلیم اور عزم بالجزم کے ساتھ تائب ہونا

اور آئندہ کے لئے اس گناہ کے ترک کا مصمم ارادہ کر لینا بہتر اور باعث نجات ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے سچّی توبہ کی اور پختہ عہد کر لیا کہ آئندہ یہ گناہ نہیں کروں گا تو وہ شخص ایسا ہے جیسا کہ اُس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری رحمت نے میرے غضب کا احاطہ کیا ہؤا ہے مطلب کہ میری رحمت بہت وسیع ہے۔ ہمارے ہاں ایک تائب ایک عابد سے زیادہ مقرب ہے اس حدیث کی تائید میں ایک دو واقعات عہد نبویؐ کے سچے دل سے توبہ کرنے والوں کے پیش خدمت ہیں۔ طبرانی نے ایک شخص کا واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے سرکارِ دو عالم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اگر کوئی شخص تمام جرائم کا ارتکاب کرنے والا ہو اور کوئی گناہ بھی نہ چھوڑے حتّیٰ کہ حجاج کے قافلوں کو بھی آتے جاتے لوٹے تو کیا ایسا شخص بھی توبہ کر سکتا ہے اور اُس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تُو مسلمان ہو چکا ہے۔ اُس نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی دُوسرا معبود نہیں اور اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں تو آپ نے فرمایا تو گناہوں کو ترک کر دے اور حسنات کو اختیار کر لے تو اللہ تیری تمام خطاؤں کو معاف کر دے گا اس نے عرض کیا کہ میرے چھوٹے بڑے گناہ سب معاف ہو جائیں گے آپ نے جواب دیا کہ ہاں۔ سب معاف ہو جائیں گے اُس نے یہ سُن کر اَللہُ اَکْبَر کا زور سے نعرہ لگایا اور چلا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَارًا نازل ہوئی تو ایک نوجوان کے دل پر اتنا اثر ہؤا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا سرکارِ دوعالم نے اس کے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھا تو وہ دھڑک رہا تھا آپ نے فرمایا کہ اے جوان لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہہ اس نے کلمہ پڑھا تو آپ نے اُس کو جنّت کی بشارت سُنا دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے سوال کیا یا رسول اللہ اس بشارت میں کیا ہم بھی شامل ہیں آپ نے فرمایا کیا تم نے اللہ کا یہ قول نہیں سُنا ذٰلِکَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَ خَافَ وَعِیْدِ۔ یعنی ہر اس شخص کے لئے جو میرے سامنے کھڑے ہونے سے اور میرے سامنے جواب دہی کرنے سے ڈرتا ہے اور جس کے دل میں میرے عذاب کا خوف ہے۔

حضرات گرامی! میرے اس لکھنے کا مقصد صرف یہی ہے کہ عوام الناس گناہ کی اصلیت اور حقیقت سے آشنا ہو جائیں۔ اور جو کبائر میں مبتلا ہیں۔ وہ فوراً ہی اپنے مرض کا علاج کر لیں اور اسے بڑھنے نہ دیں۔ اور جب تک دنیا میں زندہ رہیں اپنی زندگی کو حضورِ اقدس کے بتائے ہوئے طریقہ پر گذاریں اور سُنّت کے پورے پورے عامل بن کر رہیں چوبیس گھنٹے خدا کے خوف سے ڈرتے رہیں۔ اور خاص کر ان پانچ گناہوں سے ہمیشہ بچتے رہیے کیوں کہ ان کی سزا دنیا میں بھی بہت جلد مل جاتی ہے ؎

از مکافاتِ عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو

۱۔ پنجگانہ نماز ترک کرنے سے فسادات قلبی جیسی سزا میسّر ہوتی ہے تکبّر کرنے سے ذلّت وخواری ہوتی ہے۔

۳۔ زنا کاری اور شراب خوری سے بربادی اور خرابی پیدا ہوتی ہے۔

۴۔ والدین اور اہل اللہ کی توہین سے ناگہانی مصیبت کا آنا ہوتا ہے۔

۵۔ حسد اور بد ظنی کرنے والے سے اس کی تمام نعمتیں چھین لی جاتی ہیں۔

ایک حدیثِ قُدسی میں ارشاد ہوتا ہے۔ ابن حبان کے الفاظ میں کہ اللہ ربّ العزّت جلّ علیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے میرے عزّت و جلال کی قسم ہے کہ میں کبھی اپنے بندے پر دو خوف اور دو امن جمع نہ کروں گا جو دنیا میں مجھ سے ڈرتا رہا اسے قیامت میں بے خوف کر دوں گا۔ اور جو دُنیا میں مجھ سے بے خوف رہا اُسے قیامت میں امن نہ دیا جائے گا۔

دُعا ہے کہ اللہ ربّ العزت تمام مسلمانوں کو تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں سے بچائیں اور نیکی کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

بقیہ:- ابن مسعودؓ

ہیں کہ:

"فن تاریخ میں سب سے بڑے امام ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ اسلام میں کوئی شخص ابن مسعودؓ کے سوائے ایسا نہیں ہؤا کہ جس کے درس سے نامور علماء نکلے ہوں اور اس کے مذہب اور فتوی کے ساتھ یہ اعتنا کیا گیا ہو کہ ان کو حرف بحرف لکھا ہو"

البتہ ابن مسعودؓ کے درس سے بڑے بڑے جلیل القدر اور بڑے بڑے نامی علماء فارغ التحصیل ہو کر نکلے اور ان کے مذہب اور فتاوئ پر ایسی توجہ کی گئی کہ تمام قلمبند کئے گئے۔

اس میں شک نہیں کہ عبداللہ ابن مسعودؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے خلیفہ اور عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ کے حقیقی مصداق بنے۔

ازالۃ الخفا صفحہ ۱۸۵ میں ہے کہ ابن مسعودؓ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی بڑی بشارتیں دی ہیں اور اپنی امّت کے لئے اپنے بعد قرأت القرآن اور فقہ و تذکیر میں ان کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا اور تمام اصحاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف ان کو زیادہ حاصل تھا۔

انسان کی علمی ترقی کا یہ اعلیٰ مرتبہ ہے کہ وہ علم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہو اور بلاشک حضرت ابن مسعودؓ کی نسبت۔

اِنَّکَ عَلِیْمٌ مُّعَلَّمٌ

کی پیشگوئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی حرف بحرف پوری ہوئی۔

وَکَفٰی بِالْمَرْءِ ھٰذَا فَخْرًا وَّ کَرَامَۃً وَّ شَرَفًا وَّ ذٰلِکَ فَضْلُ اللہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

اور آپؓ ہی ہمارے امام الاعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی خاندان کے مورثِ اعلیٰ تھے۔

اَللّٰھُمَّ ارْفَعْ دَرَجَتَہٗ فِی الْجَنَّۃِ اٰمِیْن!

محمد یوسف مدرسہ احیاء العلوم، ماموں کانجن، ضلع لائل پور

اسبابِ تحریف شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

انسانی تاریخ اور قرآنی بیّنات شاہد ہیں کہ انسان کی ابتدائے آفرینش ہی سے انسانی برادری کی رشد و ہدایت کے لئے حق تعالیٰ نے وحی اور نبوت کا سلسلہ شروع فرمایا، جب ایک نبی دنیا سے تشریف لے جاتا تو امّت کے بعض ناخلف آسمانی ہدایت میں اغراض و خواہشات کی پیوند سازی کے ذریعہ تحریف کر ڈالتے، ان تحریفات کی اصلاح، صحیح احکام خداوندی کی توضیح، اور انسانی آمیزہ سے ان کی تطہیر کے لئے یکے بعد دیگرے انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری کا سلسلہ جاری رہتا، تاآنکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی اور رسول کی حیثیت سے تشریف لائے آپ کی لائی ہوئی کتاب کو آخری صحیفۂ ہدایت، آپ کی شریعت کو آخری شریعت، آپ کی امّت کو آخری امّت، آپ کے دین کو تمام ادیان کے لئے ناسخ قرار دیا گیا، جس کے لئے۔ لبطور خاصۂ لازمہ ضروری تھا کہ آپ کی شریعت قیامت کے لئے حالتِ اصلیہ پر باقی رہے آپ کی بعثت کے ابتدائی نقطہ سے لیکر ویرانئ عالم کے آخری نقطہ تک (جب تک حق تعالیٰ کو اس عالم میں ہدایت رکھنا منظور ہے) نہ اسلام کی صحیح ہیئت کا تسلسل ایک لمحہ کے لئے ٹوٹنے پائے، نہ مجموعی طور پر امّت کے ہاتھ سے معمولی وقفہ کے لئے بھی رشتہ ہدایت چھوٹنے پائے۔ اور یہ جبھی ممکن تھا کہ دین کے اصول و فروع اس قدر مضبوط و مستحکم کر دیئے جائیں، کہ وہ انسان کی قدیم فطرتِ تحریف کا شکار نہ بن کر رہ جائیں ..... یہ امر حقانیت اسلام کی مستقل دلیل اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ ہے، کہ اسلام کو اپنے چودہ صدیوں کے طویل دورۂ حیات میں ہزاروں حوادث سے ٹکرانا پڑا۔ سینکڑوں فتنوں سے پنجہ آزمائی کا موقعہ آیا، اپنے اور بیگانوں کی لاتعداد سازشوں کا سامنا کرنا پڑا، اور بے شمار طاغوتی قوتوں سے جو اپنی ہر قسم کی فرعون سامانیوں کے ساتھ اسے بالکلیہ مٹا دینے اور صفحۂ ہستی سے نابود کر دینے کے لئے تمام وسائل و ذرائع اور ہر ممکن تدبیر کو عمل میں لا رہی تھیں۔ نبرد آزما ہونا پڑا۔ لیکن اسلام کی تمام تقابلی شکلیں موت کے گھاٹ اتر گئیں، اور اسلام اپنی اسی شان و شوکت، اسی تر و تازگی، اور اسی رعنائی و دلفریبی کے ساتھ زندہ رہا، زندہ ہے، زندہ رہے گا، انشاء اللہ.... اسلام کے کینہ پرور لیکن بدفہم دشمنوں نے کبھی استعماری حملے کئے اور کبھی اشتراکی، کبھی سیاست کے دریچہ سے اس پر نشتر زنی کی، اور کبھی فلسفہ اور سائنس کے ذریعہ سے، کبھی اس کی جانچ پرکھ کے لئے جاہلیت قدیمہ کے اصولوں کو معیار بنایا، اور کبھی اس کے فروع کا رشتہ اصول سے توڑنے کے لئے جاہلیت جدیدہ، اور تہذیب نو کے پیمانے تیار کئے۔ لیکن انہیں ہر موقع اور محاذ پر منہ کی کھانی پڑی۔ اور اسلام معجزانہ طور پر ہر قسم کے حملہ کی زد سے زندہ بچ نکلا" اسلام دشمن قوتیں اپنی شقاوت میں مزید اضافہ تو کر سکیں لیکن اسلام کو چند روزہ پریشانی کے علاوہ کوئی صدمہ نہ پہنچا سکیں۔

ان خارجی اور داخلی حملوں کی فہرست میں وہ فتنۂ تحریف۔ بھی داخل ہے جو آج بھی ملک اور بیرون ملک بعض افرادی اور اداری حلقوں کی جانب سے برپا کیا جا رہا ہے یعنی دین کے نصوص صریح کا انکار، یا نصوص میں ایسی تاویل کرنا جو انکار ہی کے مرادف ہو، یا خرافائی اوہام کو دین میں داخل کرنا" آپ اسلامی تاریخ پر غور کریں گے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتے گی کہ سلف کی تعبیر سے کٹ کر نصوص کی نئی نئی تعبیروں کے ذریعہ ربا، قمار شراب اور دیگر خبائث کو عین اسلامی روح کے تقاضے بتلانے والی برادری قریب قریب تمام نو آزاد ممالک اسلامیہ میں جنم لے رہی ہے ذیل میں ہم حکیم الامت حضرت مولانا شاہ ولی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بے نظیر کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے چند اقتباس نقل کرتے ہیں جن میں آپ نے اسباب تحریف" پر بحث فرمائی ہے۔ ان کی روشنی میں ہمارے لئے اس نومولود جماعت کے پس منظر، اور آئندہ عزائم کا سمجھنا آسان ہوگا۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ " باب احکام الدین من التحریف کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

" آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم، صاحب سیاست کبریٰ کے لئے۔ جو حق تعالےٰ کی طرف سے ایسا دین لے کر آتے جس نے تمام ادیان کو منسوخ کر دیا۔ ناگزیر تھا کہ وہ اپنے دین کو۔ (اصولاً و فروعاً) اس قدر مستحکم کر دے کہ اس کی طرف کسی قسم کی تحریف کا گذر نہ ہو پاتے اور یہ اس لئے کہ وہ بہت سی جماعتوں کا جامع ہوگا جن کی استعدادیں مختلف اغراض جدا جدا ہیں۔ پس بسا اوقات ایسا ہوگا، کہ ان کی نفسانی خواہشات یا اس دین کی الفت جس میں وہ پہلے رہ چکے ہوں، یا فہم ناقص، کہ ایک چیز ان کے ذہن میں آگئی، اور بے شمار مصالح ان کی نظر سے غائب رہے، یہ امور ان کو آمادہ کریں گے کہ نصوص دین میں فرد گذاشت کریں، یا دین میں ایسی چیزیں ٹھوس دیں جو حقیقتاً اس میں داخل نہیں، اس طرز عمل سے دین مختل ہو کر رہ جائے گا، جیسے کہ ہم سے پہلے بہت سے ادیان کے ساتھ یہی حادثہ پیش آیا، (اج ۱۱۹/۱) حضرت صاحب کی اس عبارت سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں۔

(۱) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دین اسلام چونکہ تمام ادیان کے لئے ناسخ ہے۔ اس لئے اسے عقلاً اپنے اصول و فروع کے اعتبار سے اس قدر مستحکم ہونا چاہیئے کہ اس میں کسی قسم کی تغیّر و تبدیل کی گنجائش نہ رہے، ورنہ اس استحکامی قوت کے بغیر اس کے دینِ ناسخ ہونے کا تصور بالکل بے معنی ہوگا۔ اس دین ناسخ کے متعلق بعض مستشرقین مغرب، اور انؐ کی تقلید میں ان کے مسلم نما مشرقی شاگردوں کا نظریہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدت العمر صرف چند اخلاقی اصول بیان کرنے پر قناعت فرمائی، اور عقائد، عبادات معاملات، عبادات اور اخلاق کا کوئی مربوط نظام آپ نے اپنے پیچھے نہیں چھوڑا، اور یہ کہ اسلام کا موجودہ کلامی، فقہی، اور اخلاقی نظام قرونِ وسطیٰ کے منکرین کی دماغ سوزی کا نتیجہ ہے، یہ نظریہ نہ صرف عقلاً و نقلاً غلط اور ناقابل التفات ہے بلکہ اس آخری دین کے خلاف گہری سازش کا کرشمہ ہے، اس پر تفصیلی بحث کا موقعہ کسی دوسری فرصت میں ہوگا۔ انشاءاللہ۔ (۲) شاہ صاحبؒ کی اس عبارت سے تحریف کا مفہوم بھی سامنے آجاتا ہے۔ "یعنی" دین کے منصوص مسائل کو نظر انداز کرنا۔ یا ایسے امور کو دین میں ٹھونسنا

جو اس میں داخل نہیں" ..... اب اس کے لئے اسلامی" مسائل کے تغیر پذیر ہونے کا لقب ایجاد کر لیا جائے یا" معاشرتی ضروریات کے ساتھ اسلام کی ہم آہنگی" کا عنوان تجویز کر لیا جائے یا اسی قسم کا کوئی اور خوبصورت نام اس کو دے لیا جائے۔ بہرحال عنوانات کی تبدیلی سے تحریف کی ماہیت نہیں بدلے گی، دین کے مخصوص مسئلہ کا، جس کا حکم کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں صراحت کے ساتھ موجود ہے، جب انکار کیا جائے گا، یا اس کی ایسی تعبیر کی جائے گی جو آں حضرت صلے اللہ علیہ و سلم سے لے کر ائمہ اجتہاد تک کی اجماعی تعبیر کے خلاف ہو۔ اسے تحریف ہی کا نام دیا جائے گا اسی طرح شریعت مطہرہ سے ہٹ کر کسی دوسری ذہنیت کے پیدا کردہ مسائل کو۔ جن کا صحیح استنباط کتاب اللہ، سنت، اجماع، سے نہ ہو اسلام کا نام دینے کے لئے خواہ لچر پوچ دلائل کا کتنا بڑا انبار لگا دیا جائے انہیں دینی" مسائل کا نام نہیں دیا جا سکتا بلکہ ایسا کرنیوالے دین میں تحریف کرنے" کے مجرم ہوں گے، شاہ صاحبؒ کے اس بیان سے اندازہ کیا جا سکتا ہے، کہ موجودہ دور کے ماہرین، اسلام کے مخصوص اور قطعی مسائل میں جو قطع و برید کرتے ہیں اور مغرب کے لا دینی نظریات کو بڑی جرأتمندی سے اسلام میں ٹھونسنا چاہتے ہیں، ان کی یہ مساعی کس قدر اسلام سے تطابق رکھتی ہے۔

۴۔ شاہ صاحبؒ کی مندرجہ بالا عبارت میں تحریف کا مغز، خلاصہ، اور جو ہر تین چیزوں کو قرار دیا گیا ہے۔ (الف) نفس کی اغراض فاسدہ کی تسکین (ب) اسلام کے منافی نظریہائے حیات کے ساتھ اسلامی ہم آہنگی کی کوشش کرنا (ج) فہم ناقص کی وجہ سے اسلامی مسائل کی کسی ایک مصلحت کو لے اڑنا اور دیگر بے مصالح کا نظر انداز کر دیا جانا متجد دین کے نو مولود گروہ کی جانب سے بڑی بے دردی کے ساتھ اسلامی مسائل میں تراش، خراش کا جو سلسلہ جاری ہے، اس کے اوّل و آخر پر بنظر غائر غور کیا جائے، تو تحریف کے ان عوامل ثلاثہ، کا رنگ صاف جھلکتا نظر آئے گا۔ اسلام کے اصل مقاصد کو سامنے رکھنے کی بجائے ہوا، ہوس اور اغراض فاسدہ کو مقاصد کا نام دے لیا گیا ہے۔ اسلام کو مغربی معاشرت اور کمیونزم میں مدغم کر ڈالنے کا جذبہ پوری طرح نمایاں ہے۔ ان تجدد پسندوں کی زبان سے بعض دفعہ بلا اختیار نکل جاتا ہے، کہ موجودہ دور کا کامیاب مذہب کمیونزم ہے۔ بار بار اعلان کیا جاتا ہے کہ اسلام کو دور حاضر کی ضروریات پر منطبق کرنے کے لئے شراب اور ربوا کی حرمت پر آزادانہ نظرثانی کی ضرورت ہے، نو آزاد اسلامی ممالک کے اقوام عالم کے دوش بدوش ترقی کرنے کے لئے، اسلام کے نظام زکوٰۃ میں تبدیلی لازم ہے، سرور و غنا، تصویر عریانی کی حرمت کو غلط ثابت کرنے کے لئے مقالات سپرد قلم کئے جاتے ہیں نہ صرف معاملات اور سیاسیات بلکہ عبادات کے متعلق یہ نظریہ اوقات بڑی بلند آہنگی کے ساتھ دہرایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز جیسی بنیادی عبادت کے لئے بھی کوئی غیر متبدل نظام اوقات نہیں چھوڑا" اور ان تمام مباحث کو اٹھاتے ہوئے فہم ناقص کا وہ عجیب منظر پیش کیا جاتا ہے جسے دیکھ کر معمولی بصیرت کا آدمی بھی یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ حفظت شیاء و غابت عنک اشیاء" یعنی تو نے ایک چیز یاد رکھی اور بہت سی چیزیں تجھ سے غائب رہیں)" شاہ صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

" چونکہ وہ تمام اسباب تحریف جن سے دین میں خلل واقع ہو سکتا ہے، ان کا احاطہ ممکن نہ تھا، کیونکہ نہ وہ محصور ہیں نہ متعین اور یہ بھی واضح ہے کہ جو چیز بتمامہ حاصل نہ کی جا سکے۔ اسے بالکلیہ چھوڑا بھی نہیں جا سکتا۔ اس وجہ سے ضروری ہوا، کہ اولاً اجمالاً تمام اسباب تحریف سے خوب خوب ڈرا دیا جائے اور ثانیاً چند ایسے مسائل خصوصی طور پر ذکر کر دیئے جائیں جن کے متعلق معلوم ہے کہ ان میں یا ان جیسے مسائل میں تہاون برتنا اور تحریف کرنا بنی آدم کا دائمی روگ ہے" اور سُنّت جاریہ ہے۔ بس ان مسائل سے فساد کے تمام سوراخ پوری طرح بند کر دیئے جائیں، اور ثالثاً ایسی چیز شروع کی جائے جو ملل فاسدہ کے مالوف کے خلاف ہو ایسے امر میں جو ان کے نزدیک زیادہ مشہور ہے مثلاً نمازیں"

تہاون اور اسباب تحریف میں ایک تہاون یعنی دین کی بے وقعتی اور اس کی طرف سے بے التفاتی ہے، تہاون کا مطلب یہ ہے کہ دین کے سچے اور مخلص متبعین کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہو جائیں، جو نماز کو غارت کریں، شہوات کی پیروی کرنے لگیں۔ انہیں نہ تو دین کی درس و تدریس اور عمل میں دلچسپی رہے، نہ وہ نیک کاموں کا حکم کریں۔ نہ منکرات سے روکیں۔ اس صورت حال سے بہت جلد دین کے خلاف رسمیں قائم ہو جائیں۔ اور طبائع کی رغبت شرائع کے خلاف ہو جائے۔ ان کے بعد کچھ ناخلف اور پیدا ہوں جو تہاون میں اپنے پیشروؤں سے بھی بڑھ جائیں، یہاں تک کہ علم کا بڑا حصّہ نسیاً منسیاً ہو کر رہ جائے گا جلد ا صفحہ ۱۲۰۔

"شاہ صاحبؒ نے ان چند جملوں میں کہنا چاہیئے کہ ہمارے دور غلامی میں اسلام کی نازک صورت حال کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا۔" دو ڈیڑھ سو سال پہلے جب یورپ کا دیو استبداد ممالک اسلامیہ پر مسلط ہوا اور یورپ نے ہماری سیاسی اور مادی قوت کو بری طرح پامال کیا، تو دینی تہاون پسندی کے تمام اسباب بھی جمع کر دیئے گئے ایک طرف دین کی نشر و اشاعت اور تعلیم و تعلم اور علم و عمل کی تمام دلچسپیاں چھین لی گئیں، دینی علم کے محافظین۔ علماء کرام کو جو زمانہ کے سرد و گرم سے بے نیاز ہو کر اپنی عسرت، بے سروسامانی اور مال و دولت سے تہی دامنی پر فخر کرتے ہوتے اسلام کے خزانۂ عامرہ حفاظت پر اپنی تمام ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کو صرف کر رہے تھے۔ قل اعوذیئے، بسم اللہ کی گنبد کے مکین مسجد کے مینڈھے گدائی سے ٹکڑے توڑنے والے، ملت کے لئے بار دوش اور نہ معلوم کیا کیا خطاب، صاحب بہادر کے اشارہ چشم و ابرو پر دیئے جانے لگے۔ مسلمانوں میں دین بیزاری کا زہر پھیلانے کے لئے، علماء اسلام کی ہر ممکنہ تحقیر و تذلیل کی جانے لگی، بار بار یہ سوال اٹھایا جاتا کہ مسجد کے یہ درویش کیا کھائیں گے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو آزادی فرد کے خلاف کہہ کر روک دیا گیا، نماز روزہ، اور دیگر دینی اعمال و اشغال کو تضییع اوقات کا سامان بتلایا جانے لگا، حرص و ہوا اور شہوت پرستی میں بہیمانہ مظاہر کو ترقی کا نام دیا گیا، شہوت انگیز اسباب کو فیشن، کلچر اور آرٹ بنا دیا گیا صنف نازک کو مساوات مرد و زن کے عنوان زینت سے خانہ کی بجائے مشعل محفل بنایا گیا۔

یہ دینی تہاون کا ایک پہلو تھا۔ اب دوسرے پہلو پر غور کیجئے۔ مغرب کے نظام تعلیم کو سکول کالج، اور یونیورسٹی کی شکل میں تمام ممالک اسلامیہ میں کچھ ایسے انداز سے پھیلایا گیا کہ جدید تعلیم یافتہ مسلمان صرف سیاسی، سماجی، اور عمرانی مسائل یورپ کے مخصوص طرز تعلیم اور خدا سے باغیانہ ذہنیت سے حاصل کرنے مجبور ہوا۔ بلکہ خود اسلام، اسلامی تاریخ، اسلامی عقائد اسلامی فقہ، اسلامی سیاسیات اور اسلامی معاشیات کے لئے بھی مغربی مستشرقین کے فلسفہ ارتقاء کا اسے ممنون ہونا پڑا۔ اسلام کی اس استشراقی تعلیم نے دین سے نفرت اور بیزاری کا جو زہر پھیلایا اور تعلیم یافتہ طبقہ میں الحاد اور تشکیک کی جو روح پھونکی اقبالؒ جیسے دردمندان ملت کو چار آنسوں رونا پڑا ؎

جب پیر فلک نے ورق ایام کا الٹا

آئی یہ صدا تعلیم سے پاؤ گے اعزاز
آیا ہے مگر اس سے عقیدوں میں تزلزل
دنیا تو ملی، طائر دیں گر گیا۔ پرواز
پانی نہ ملا زمزم ملت سے جو اس کو
پیدا ہیں نئی پود میں الحاد کے انداز
یہ ذکر حضور شہ یثرب میں نہ کرنا
سمجھیں نہ کہیں ہند کے مسلم مجھے غماز
خرما نتواں یافت ازاں خار کہ کشتیم
دیبا نتواں یافت ازاں پشم کہ رشتیم

کبھی مغرب کے فلسفۂ تعلیم کو اس سوز دروں سے بیان کرنا پڑا۔

تعلیم پیر فلسفۂ مغربی ہے۔ یہ!
ناداں ہیں جن کو ہستی غائب کی ہے تلاش
محسوس پر بنا ہے علوم جدید کی
اس دور میں ہے شیشۂ عقائد کا پاش پاش

کبھی ان کے لب خنداں سے اس "تیشۂ فرہاد" کا تمی فریاد یوں نکلی،

خوش ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئیگا الحاد بھی ساتھ
گھر میں پرویز کے شیریں تو ہوئی جلوہ نما
لے کے آئی ہے مگر تیشۂ فرہاد بھی ساتھ

الغرض دین فراموشی کے ان دو طرفہ عوامل نے شاہ صاحبؒ کے اس فقرہ کا دردناک منظر آنکھوں کے سامنے پیش کر دیا،

فینعدم عما قریب رسوم الدین و تکون رغبته الطبائع خلاف الشرائع "

یعنی نماز کو غارت کر دینے شہوات کے پیچھے دوڑنے، منکرات کے پھیل جانے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک ہو جانے سے جلد ہی بہت سے رسوم خلاف دین قائم ہو گئیں۔ اور طبائع کی رغبت شرائع کے خلاف ہو گئی۔

۵ تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

اور یہ قصہ یہیں ختم ہو جاتا تو شاید کسی درجہ میں قابل اصلاح ہوتا، لیکن ہوا یہ کہ جب یہ ممالک اسلامیہ مغربی استعمار سے آزاد ہوئے تو بر سر اقتدار وہ لوگ آئے جو یورپ کی تہذیب میں رنگے ہوئے اور یورپ کے فلسفہ سے نہ صرف متفق اور متاثر تھے، بلکہ اس سے مرعوب تھے، مادیت کے دلدل میں اسلام کا فلسفہ حیات ان کے لئے ناقابل برداشت بوجھ تھا، اور اسلام ان کے مزعومہ مقاصد کے راستے میں سنگ گراں تھا۔ اس طویل عرصہ میں، ہر ملک کے اندر ان ڈاکٹروں کی کافی تعداد تیار ہو چکی تھی۔ جن کی تعلیم و تربیت، ساخت و پرداخت اور تہذیب و اصلاح، یورپ کی یونیورسٹیوں میں یہودی اور عیسائی اساتذہ سے مخصوص فلسفۂ تعلیم کے ماتحت ہوئی تھی، اس لئے وہ نظریات و افکار، تہذیب و تمدن، اخلاق و اعمال عقل و فہم، قلب و دماغ، اور اوضاع و اطوار میں اپنے اساتذہ، کاشنی، ان کے مخصوص فلسفہ کے وارث، ان کی ذہنیت کے حامل اور لارڈ میکالے کی اس پیشگوئی کی منہ بولتی تصویر تھے۔

" ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیئے جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان ترجمان ہو، یہ ایسی جماعت ہونی چاہیئے جو خون و رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق اور رائے، الفاظ اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو "

" یہی خون و رنگ کے اعتبار سے مسلم، اور رائے اور ذوق، الفاظ اور فہم کے اعتبار سے واقعۃً انگریز " تو آزاد اسلامی ممالک کے مفکر اور مقنن قرار پاتے، جن کے عقائد متزلزل، اعمال معدوم، اخلاق صفر، اور اسلام کا صحیح فہم ناپید تھا۔ ان کے پاس جو متاع عزیز تھا۔ وہ ان کے عیسائی اور یہودی اساتذہ کا فراہم کردہ، سرمایہ تشکیک و تذبذب تھا، ان کے نزدیک اصل سوال شرائع کے نفاذ کا نہیں تھا بلکہ رغبت طبائع کے دھارے میں بہہ نکلنے کا تھا، وہ اپنے ماضی سے افسردہ اسلامی ورثہ سے مایوس، اسلاف کی محنت سے نالاں، اور قدیم اسلام کا نام لینے والوں پر خندہ زن تھے۔ ان کا عقیدہ تھا (اور یہ عقیدت اپنے اساتذہ کے بارے میں فطری امر بھی تھا) کہ اسلام کی صحیح روح، صحیح

(باقی صفحہ ۶ پر)

جلسہ

مورخہ ۲۲ر اکتوبر بروز ہفتہ مطابق ۶ر رجب المرجب مدرسہ عربیہ نور الاسلام رجسٹرڈ چک نمبر ۶۶۹/۱۰ گ ب متصل اسٹیشن میگنیجہ علاقہ پیر محل ضلع لائل پور میں حضرت حافظ الحدیث والتفسیر مولانا حافظ محمد عبد اللہ صاحب درخواستی مدظلہ تشریف لا رہے ہیں دن بھر حضرت کا قیام مدرسہ میں رہے گا درجہ حفظ کے فارغ شدہ طلبہ کی دستار بندی بھی حضرت اقدس فرمائیں گے۔ ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب حضرت کا بیان بعد از نماز عشاء ہوگا۔

بقیہ :- درس قرآن

علیہ۔ اور دوسرے علمائے اسلام بھی تھے۔ تو سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو وہاں پر تقریر کی۔ سلطان عبد العزیز کے سامنے تو اس میں آپ نے فرمایا کہ سلطان تو مقابر اور مآثر میں فرق نہیں کر سکا۔ (سبحان اللہ) ایک ہیں مقابر دوسرے ہیں مآثر۔ یہ ہماری بزرگی اور عظمت کے نشانات تھے۔ تو نے مٹا دئے۔ ایک ہیں قبریں، ایک ہیں مآثر۔ ہم بتا سکتے دنیا والوں کو یہ قبریں ہیں ازواج النبیؐ کی، یہ قبر ہے حضرت عثمانؓ کی۔ یہ قبر ہے حلیمہ سعدیہؓ کی، یہ ہمارے مآثر ہیں۔ دنیا میں وہی دین باقی رہتا ہے جس کے آثار باقی ہوں۔ اور جن دینوں کے آثار مٹ جائیں میرے دوستو! وہ دنیا میں باقی نہیں رہ سکتے۔ تو ایک ہوتی ہے تعظیم ایک ہے عبادت عبادت اور چیز ہے، ادب اور چیز ہے قرآن کیا کہتا ہے وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔ جس نے تعظیم کی اللہ کے شعائر کی فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔ یہ دل کا تقویٰ ہے اور دل کا تقویٰ سب سے بڑا تقویٰ ہے۔ دل کا گناہ سب سے بڑا گناہ۔ اور دل کا تقویٰ سب سے بڑا تقویٰ۔ جب دل کا تقویٰ پیدا ہوگا تو دل حاکم بن جائے گا۔ پھر زبان بھی ٹھیک ہو گی۔ پھر اعمال بھی ٹھیک ہوں گے۔ پھر جوارح بھی ٹھیک ہوں گے، تو جو حکم صادر ہوگا مشکوٰۃ نبوت سے، جو حکم صادر ہوگا مشکوٰۃ الوہیت سے اس حکم پر پھر انسان کے قدم چلتے رہیں گے۔

(باقی آئندہ)

جامعہ عربیہ تعلیم الابرار رجسٹرڈ ملتان میں

مقابلہ حسن قرأت

جامعہ عربیہ تعلیم الابرار رجسٹرڈ عیدگاہ روڈ ملتان میں مجلس اشاعت قرآن کے زیر اہتمام ۵ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ بمطابق ۲۰ر اکتوبر بروز جمعرات ۸ بجے شب بعد نماز عشاء مقابلہ حسن قرأت ہو گا جس میں دینی مدارس اور سکولوں کے طلبہ حصہ لیں گے۔ اول۔ دوم اور سوم آنے والے طلبہ کو علی الترتیب ۵۰/۰۰، ۳۰/۰۰ اور ۲۰/۰۰ روپے انعام دیا جائے گا۔ جو طلبہ حصہ لینا چاہتے ہیں ۲۰ر اکتوبر کو ۶ بجے شام تک مدرسہ میں پہنچ جائیں۔
ابو الحسن قاسمی، ناظم اعلیٰ جامعہ عربیہ تعلیم الابرار رجسٹرڈ عیدگاہ روڈ ملتان

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب کا

تبلیغی پروگرام

۲۹ر اکتوبر جامعہ مدنیہ کیمبل پور۔
۳۰ر اکتوبر صبح واہ کینٹ، شام لوسر شرنو۔
۳۱ر اکتوبر پنڈی گھیب۔
یکم نومبر مدرسہ فیض العلوم کھوٹہ ضلع راولپنڈی۔
۲ر نومبر واپس لاہور۔

(حاجی بشیر احمد)

صاحبزادہ منظور احمد شاہ کھرڑی

مدرسہ خدام القرآن جلہ جیم تحصیل میلسی ضلع ملتان میں ۶ر رجب المرجب مطابق ۲۱ر اکتوبر بروز جمعہ خطبہ جمعہ دیں گے علاقہ ہذا کے مسلمانوں سے شرکت کی درخواست ہے۔

غلام احمد مہتمم مدرسہ خدام القرآن جلہ جیم

درخواست دعا

حضرت جانشین شیخ التفسیر مدظلہ العالی کے خادم خاص محترم حاجی بشیر احمد صاحب کا صاحبزادہ شاہد احمد مورخہ ۹ر ستمبر بروز جمعہ گھر سے غائب ہو گیا ہے۔ قارئین خدام الدین سے درخواست ہے کہ وہ گمشدہ بچے کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ بچے کو جلد واپس گھر لائے۔ والد سخت پریشان ہے اگر کسی صاحب کو بچے کا علم ہو تو مندرجہ ذیل پتہ پر اطلاع دیں۔

حاجی بشیر احمد لذت کدہ چوک بخاری اندرون لوہاری دروازہ لاہور



اعلان

میں نے اپنا نام تبدیل کر کے محمد اسرائیل کی بجائے محمد عبد اللہ رکھ لیا ہے۔ چنانچہ احباب و متعلقین سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ آئندہ یاد فرماتے وقت محمد اسرائیل کی بجائے محمد عبد اللہ کے نام سے یاد فرمائیں۔

المعلن محمد عبد اللہ متعلم درجہ حدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی ۵

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا

بچوں کا صفحہ

تعلیم کا مقصد

محمد صدیق عاصیؔ اورنگ آباد

عزیز بچو! اس کارخانۂ قدرت میں جو کام بھی کوئی انسان کرتا ہے۔ اس میں اُس کی کوئی نہ کوئی غرض پوشیدہ ہوتی ہے۔ چاہے وہ کام کسی بھی نوعیت کا کیوں نہ ہو۔ مثال کے طور پر کسان کو لیجئے۔ زمین کو تیار کرتا ہے۔ فصل بو کر وہ شدّت کی گرمی اور کڑاکے کی سردی میں کام کرتا ہے۔ آخر کس لئے؟ تاجر تجارت کرتا ہے۔ ملازم انسان ملازمت کرتا ہے۔ آخر اِن سب کاموں میں اُس کی کوئی غرض پوشیدہ ہے تو کرتا ہے۔ یہاں تک ہی نہیں بلکہ انسان اپنے معبودِ حقیقی کی عبادت کرتا ہے۔ اس کی بھی کوئی غرض ہے۔ تو جب کوئی کام بھی اس دنیا میں بے مقصد نہیں ہے۔ تو آپ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اس پر وقت اور دولت خرچ کرتے ہیں۔ آخر اس کی بھی تو کوئی غرض یا مقصد ہوگا۔ اِن چند سطور میں آپ کو بتایا جائے گا کہ اس تعلیم حاصل کرنے کا کیا مقصد ہے؟

تعلیم کا یہ مقصد نہیں کہ آپ ڈاکٹر، انجنیئر، مدرس، پٹواری یا حکومت کے دیگر بڑے شعبوں میں شامل ہو کر اس کو دولت کمانے کا ذریعہ بنائیں۔ تعلیم تو انسان کا زیور ہے۔ اس کا اصل مقصد اپنی ذات کا عرفان اور ماحول اور معاشرہ میں اپنی اصلی حیثیت اور قدر کو دریافت کرنا، اپنی زندگی میں نظم و ضبط پیدا کرنا، صحیح معنوں میں انسان بننا، اخلاق بلند کرنا، اپنے اندر نیک عادات پیدا کرنا، ایک اچھا شہری بننا، اپنے خیالات کو پاک اور بلند کرنا، اپنے بھائیوں سے ہمدردی اور ملک اور قوم کی خدمت کرنا ہے۔

یاد رکھیں! اگر آپ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے اندر مندرجہ بالا صفات پیدا کرنے سے قاصر ہیں۔ تو اس کا اصل مقصد پُورا نہیں کیا۔ دنیا تو کمائی جا سکتی ہے اور دُنیاوی ٹھاٹھ اور عزّت تو حاصل ہو جائے گی مگر آخرت میں ایسی تعلیم کام نہیں آئے گی۔ جس کو حاصل کرنے کی تاکید حدیث میں آئی ہے۔ کہ ”علم حاصل کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض ہے“۔ معاشرہ میں اگر آپ کے سامنے کوئی کام ایسا کیا جائے جس کو آپ یہ جانتے ہوں کہ درست نہیں تو آپ کا یہ حق ہے آپ اُس کا صحیح طریقہ بتائیں۔ تاکہ پتہ چل سکے کہ واقعی آپ تعلیم یافتہ ہیں۔ اور آپ کو علم ہے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو یہ علم کی چوری ہوگی آپ میں دوسروں کو سدھارنے کا جذبہ اور احساس ہونا چاہیئے۔ مولانا محمد الیاس دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ایک شخص آیا۔ اور کہنے لگا ”حضرت جی! آپ کے سلسلۂ تبلیغ جاری ہونے کی وجہ سے ماشاءاللہ ہمارے ہاں اب مسجد میں کافی رونق ہوئی ہے۔ اذان ہوتے ہی نمازی جمع ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور نمازیوں کی تعداد بھی پہلے کی نسبت کہیں زیادہ ہوتی ہے“۔ تو آپ نے سُن کر فرمایا یہ تو اللہ ربّ العزّت کا احسان ہے۔ ہمارے نزدیک کوئی بڑی چیز نہیں۔ عین اسی وقت دو طالب علم مسجد میں موجود تھے۔ ایک پانی پینے لگ گیا۔ تو اُس نے گلاس شاید غلطی سے بائیں ہاتھ میں پکڑا اور مُنہ کو لگانے والا ہی تھا کہ دُوسرا طالب علم بولا ”ارے ارے یہ کیا کرتے ہو؟ یہ تو سُنّتِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے خلاف ہے کہ آدمی اُلٹے ہاتھ سے کھائے پیئے“۔ تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ”کہ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اِس قوم کا ذہن بدل جائے۔ اور اِس تعلیم و تربّیت کا یہ اثر ہو کہ اِس میں احساسِ ذمّہ داری پیدا ہو جائے۔ اِن کو غلط اور صحیح کا پتہ ہو۔ تاکہ دُوسروں کی صحیح راہ نُمائی کرکے اپنی نجات کا سامان پیدا کریں“۔

اِس سے ثابت ہُوا کہ کسی کو صحیح راستہ بتا دینا بھی علم حاصل کرنے کے بعد انسان کے فرائض میں داخل ہے۔ کیوں کہ حاصل کرنے کے بعد بھی اگر آپ کی زندگی میں کوئی نمایاں تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ تو اس کو حاصل کرنے کا آخر کیا فائدہ ہُوا؟ علاوہ ازیں سب سے بڑا مقصد تو میرے خیال میں انسانیّت اور ہمدردی کے جذبہ کا پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ مثال کے طور پر اگر آپ زندگی کے کسی شُعبہ میں بھی کام کرتے ہوں جب تک آپ میں یہ صفات موجود نہ ہوں گی تو آپ کما حقہٗ کامیاب زندگی نہیں گزار سکیں گے۔ بھائیوں سے ہمدردی تو از حد ضرُوری ہے اور اس کائنات کے نظام سے اگر آپ ہمدردی کو نکال دیں گے تو باقی کچھ بھی نہیں رہے گا۔

خداوند قدوس مجھے اور آپ کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ!

پیاری باتیں پیارے کام

غلام محی الدّین نظرؔ

جو کرتے ہیں ماں باپ کا احترام
اُنہیں جُھک کے کرتی ہے دنیا سلام
کسی سے جو سختی سے پیش آؤ گے
تو پھر تم بھی عقبیٰ میں پچھتاؤ گے
یُونہی وقت اپنا گنواؤ نہ تم
پڑھائی سے جی اَب چراؤ نہ تم
ستانا نہ بچّو کسی کو کبھی
کہ ہوتے ہیں ناخوش خُدا اور نبیؐ
ہمیشہ جہاں میں کرو نیک کام
کہ نیکوں کا ہوتا ہے خوُب احترام
نظرؔ کی یہ باتیں بھُلانا نہ تم
یہ دولت ہے اس کو گنوانا نہ تم

۲۱ اکتوبر ۱۹۶۶ء ۲۰ ٹیلیفون ۶۷۵۲۵

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۲۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۵۱ ۲ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۹/۶۷-۲-۹ DD مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء

عروج و زوال

محترم جناب مظہر گجراتی

ہم آئے تھے اس جہانِ خاکی میں فطرتِ برق و باد لے کر
دلوں میں عزمِ جہاد، ذہنوں میں قوّتِ اجتہاد لے کر

ہمارے اِک ہاتھ میں کتابِ خدا تھی، شمشیر دُوسرے میں
جمالِ تقدیر ایک میں تھا، جلالِ تقدیر دوسرے میں

ہمارا ایمان تھا کہ جنّت برہنہ تیغوں کے سائے میں ہے
ہمیں خبر تھی وقارِ شخصی اصابتِ فکر و رائے میں ہے

ہمیں یہ معلوم تھا کہ قوموں کی موت ہے طرزِ راہبانہ
کمالِ انسانیت کا ضامن ہے صرف کردارِ غازیانہ

ہم آدمیّت کے پاسباں تھے، ہم اُسکے جوہر اُبھارتے تھے
اگر مُصلّے پہ شب تو گھوڑوں کی پُشت پر دِن گزارتے تھے

ہمارے نقشِ عمل تھے ہنگری میں، سرویہ میں، کریمیا میں
ہمارا سِکّہ رواں تھا تیونس میں، الجزائر میں، لیبیا میں

سپین کی نرم رَو ہوائیں ہمارے پرچم کو چُومتی تھیں
ولایتِ ہند کی فضائیں ہمارے نعروں پہ جھُومتی تھیں

فرانس و اٹلی میں ہم نہ پہنچے کہ چین و ترکی میں ہم نہ پہنچے
وُہ کون سا خطّہ زمیں ہے جہاں ہمارے قدم نہ پہنچے

ہمارا ڈر تھا صلیبیوں کو، ہماری ہیبت تھی آذروں پر
ہمارا سایہ ہمالیہ پر، ہمارے دامن سمندروں پر

ہماری تہذیب کے مظاہر جمیل بھی تھے جلیل بھی تھے
اگر تھے ابرِ بہار اپنے قلم تو تیغِ اصیل بھی تھے

ہمارے عزم و عمل نے تاریخ زندگی کو دوام بخشا
معاش و مذہب کے سربراہوں کو غیر فانی نظام بخشا

علُوم کو ہم نے پَر لگائے، فنون کے ہم نے رُخ نکالے
جہاں جہاں ہم نے پاؤں رکھا وہاں کر دیئے اُجالے

ہمارے عقدوں کو عزمِ صدیق رضؓ و جوشِ فارُوق رضؓ کھولتا تھا
ثباتِ عثمان رضؓ و زورِ حیدر رضؓ ہمارے چہروں سے بولتا تھا

مصافِ ہستی میں منفرد تھے ہم ایسے توحید کے پیامی
رکاب موجوں نے جن کی چُومی، جنہیں چٹانوں نے دی سلامی

مگر بتدریج اپنی عظمت کی اِن منازل سے ہٹ گئے ہم
خود اپنے اوہام اور اباطیل کے گروہوں میں بٹ گئے ہم

نتیجۃً پھر نہ ہم میں کوئی زبیر رضؓ عالی نہاد آیا
نہ خالد ابنِ ولید رضؓ اُٹھا نہ طارق رضؓ ابنِ زیاد آیا

اُٹھا نہ عمرو ابن عاص رضؓ کوئی قضا کے ترکش کا تیر بن کر
صفوفِ اسلام سے پھر اُبھرا نہ کوئی موسیٰ نصیر رحؒ بن کر

پھر ابن نافع رحؒ نہ بن کے کوئی مجاہد سرفروش آیا
نہ جنگلوں میں اذان گونجی، نہ ریگزاروں کو ہوش آیا

سُنا نہ گوشِ فلک نے نغمہ پھر ابنِ قاسم رضؓ سے غازیوں کا
کسی قُتیبہ نے سر نہ کچلا ملُوک کی ترک تازیوں کا

ابھی تک اُن خادمانِ فطرت کی مہر و مہ دیکھتے ہیں راہیں
جو مُسکراتے رہے نگاہوں میں موت کی ڈال کر نگاہیں

مرورِ ایّام نے لگا دی ہے چھاپ ایسی فراستوں پر
سرک رہے ہیں ہم اک زمانے سے ضعف و رخصت کے راستوں پر

خُدا کی راہوں پہ چلنے والے بلائیں جانوں پہ جھیلتے ہیں
ہمارے مسند نشیں کلامِ خُدا کے لفظوں سے کھیلتے ہیں

جہاں کشا تھے وُہ تیغ و بکتر کہ یہ ریا آفریں لبادے؟
جواب دیں مجھ کو مسجدوں کے امام، حُجروں کے پیرزادے